ماہنامہ
صراطِ مستقیم
برمنگھم
June 2022

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 42 No. 08 June 2022

Dhul Qadah 1443 AH

جلد: 42 شمارہ: 08 جون 2022ء

ذوالقعدہ 1443ھ

فہرست مضامین

موضوع	عنوان	مصنف	صفحہ
حرف بصیرت	اصلاحِ معاشرہ میں علمائے کرام کا کردار	ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	03
تزکیہ نفس	انسانی زندگی پر گناہوں کے اثرات	قاری محمد مصطفیٰ راسخ	09
حدیث وعلوم الحدیث	زندگی ایسے گزاریں (قسط 5)	مترجم: حافظ فیض اللہ ناصر	12
فقہ وفتاویٰ	سوالات کے جوابات	ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)	15
ایمان وعقائد	تکبر: جہنم کی طرف جانے کا راستہ ہے	محمد عبدالحفیظ اسلامی	18
پیغام سیرت	رسول اللہ ﷺ کا پیغام حاملین قرآن کے نام	محمد عبدالرحیم خرم عمری جامعی	21
حدیث وعلوم الحدیث	عمدۃ الأحکام، کتاب الطھارۃ: طہارت و پاکیزگی کی کتاب (قسط 16)	فضل الرحمٰن حقانی، خطیب وامام محمدی مسجد نیلسن یو کے	25
عبادات	رجا ورغبت (امید) (2)	سید حسین مدنی، حیدرآباد	26
آپ بیتی	گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را (قسط 11)	ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)	28
ایمان وعقائد	شفاعت مصطفیٰ ﷺ	ڈاکٹر محمد صارم	31
عقیدہ ومنہج	کراماتِ اولیاء اللہ (قسط 3)	ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی	37
تاریخ	تاریخ اہل حدیث	ڈاکٹر بہاؤالدین	39

Correspondence Address:

SIRAT-E-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk

(نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)

'اسلامی معاشرہ' ایک نظریاتی معاشرہ ہے جس میں بسنے والے مسلمان اسلامی عقائد اور مسلم نظامِ حیات کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ انسانی حاکمیت کے بجائے اتباع واطاعتِ الٰہی پر مبنی ہوتا ہے۔ اور اس نظامِ اطاعت کی وضاحت علمائے کرام کرتے ہیں، اور حکام ووالیانِ امر اس نظام کی تنفیذ کرتے ہیں۔ قرآن وسنت کے بیان کردہ دائرہ کار میں ہی حکام کی اطاعت مشروع ہے، اگر وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کریں تو ان کی اطاعت کی ضرورت نہیں، گویا حکام کی اطاعت کی بنیاد بھی کتاب وسنت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے آگ میں کود جانے کے حکم پر مشتمل مشہور واقعہ میں ارشاد فرمایا:

«لاَ طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي المَعْرُوفِ» (صحیح بخاری:7257)

''اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، طاعت تو معروف معاملہ میں ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اطاعت ولی الامر والی آیت:

﴿يـٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا أَطيعُوا اللَّهَ وَأَطيعُوا الرَّسولَ وَأُولِى الأَمرِ مِنكُم فَإِن تَنـٰزَعتُم فى شَىءٍ فَرُدّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسولِ إِن كُنتُم تُؤمِنونَ بِاللَّهِ وَاليَومِ الءاخِرِ ... سورة النساء) کی تشریح میں فرماتے ہیں:

فإذا أمروا بمعصية الله فَلَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ فَإِنْ تَنَازَعُوا فِي شَيْءٍ رَدُّوهُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ ﷺ، وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ وُلَاةُ الْأَمرِ ذَلِكَ، أُطِيعُوا فِيمَا يأمرون به من طاعة الله ورسوله، لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﷺ، وَأُدِّيَتْ حقوقهم إليهم كما أمر الله ورسوله، قال تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(السیاسۃ الشرعیۃ فی الراعی والرعیۃ از شیخ ابن تیمیہ: ص6)

''اگر حکام اللہ کی معصیت کا کوئی حکم دیں، تو خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔ اگر خالق ومخلوق میں کوئی اختلاف ہوجائے تو وہ اس اختلاف کا فیصلہ کتاب وسنت کی روشنی میں کریں گے۔

اگر حکام ایسا نہ کریں تو ان کی اسی امر میں اطاعت کی جائے جہاں وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت کا مطالبہ کریں کیونکہ یہ دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی ہے۔ اور حکام کے حقوق ادا کئے جائیں گے، جیسا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، اور گناہ وسرکشی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

اس لحاظ سے مسلم معاشرہ میں علمائے کرام کی اہمیت غیر معمولی ہے کیونکہ کتاب وسنت کا کسی معاملہ پر اطلاق اُن کی تشریح ورہنمائی کا ہی محتاج ہے۔ معاشروں کی صلاح وفلاح اور حکمرانوں کی اطاعت کے باب میں ان کی ہدایت ورہنمائی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأُولُوا الْأَمْرِ صِنْفَانِ: الْأُمَرَاءُ وَالْعُلَمَاءُ، وَهُمْ الَّذِينَ إِذَا صَلَحُوا صَلَحَ النَّاسُ، فَعَلَى كُلٍّ مِنْهُمَا أن يتحرّى بما يَقُولُهُ وَيَفْعَلُهُ طَاعَةَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَاتِّبَاعَ كِتَابِ اللَّهِ. وَمَتَى أَمْكَنَ فِي الْحَوَادِثِ الْمُشْكِلَةِ مَعْرِفَةُ مَا دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ كَانَ هُوَ الْوَاجِبَ (السیاسۃ الشرعیۃ فی الراعی والرعیۃ: ص 127، فصل فی المشورۃ)

''مسلم معاشرے کے اُولی الامر دو قسموں پر ہیں: حکام اور علما... جب ان دونوں کی اصلاح ہوگئی تو عوام کی بھی اصلاح ہوجائے گی۔ ان دونوں کو اپنے قول وکردار میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت او راتباع کی جستجو کرنا چاہیے۔ اور جب بھی مشکل مسائل میں کتاب وسنت کے دلائل کی معرفت ممکن ہو تو اُسی کو لینا ضروری ہے۔''

غرض مسلم معاشرے کی صلاح وفلاح، علما واُمراء کی صلاح پر موقوف ہے۔ کیونکہ ایک نظریۂ حکم واضح کرتے ہیں تو دوسرے اس کی تنفیذ کرتے ہیں۔ وہی مسلم معاشرے دین ودنیا میں کامیاب وکامران ہوتے ہیں جہاں اُمراء وعلما ہم آہنگی کے ساتھ معاشرے کو درست سمت لے کر چلتے ہیں۔

منصبِ رُشد وہدایت

اس بات کو ایک اور انداز سے بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ اسلام میں منصبِ نبوت سب سے اہم اور برتر حیثیت رکھتا ہے، جس پر تمام اُمور کا ابلاغ اور تشریح وتشکیل موقوف ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حیاتِ طیبہ میں تین بنیادی فرائض انجام دیے:

1۔ رسالت:

اللہ سے وحی کی صورت میں ہدایات لے کر بطورِ

رسول بنی نوع انسانیت تک پہنچائیں۔

2۔ اُسوۂ حسنہ:

صرف ہدایات ہی نہ دیں، بلکہ ان پر عمل کرکے دکھایا، اور ایک مبارک اُسوۂ حسنہ دیا۔

3. تبلیغ:

اور پھر اپنے قول و عمل اور زبان سے اس پیغام رسالت کو پھیلانے کی تمام تر مساعی بروئے کار لائے۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور پیغمبرانہ جدوجہد کو اِن تین دائروں میں مختصراً سمیٹا جاسکتا ہے۔ ایک عالم دین بھی انہی مقاصد کے لیے مصروفِ کار ہوتا ہے اور یہی اس کا مطمح حیات ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے حق کو بزبانِ رسالت انبیائے کرام علیہم السلام کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ایک باب کا عنوان یوں قائم کیا گیا ہے:

باب العِلْمُ قَبْلَ القَوْلِ وَالعَمَلِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى:﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ...﴾ فَبَدَأَ بِالعِلْمِ «وَأَنَّ العُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، وَرَّثُوا العِلْمَ، مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ...» (صحيح بخاري: كتاب العلم)

"باب کہ علم کا مقام ، قول وکردار سے پہلے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اے نبی ! جان لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔" سو اللہ تعالیٰ نے عمل (استغفار) سے قبل علم (توحید) کو بیان فرمایا۔ اور فرمان نبوی ہے: کہ علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں، انبیا نے علم کی وراثت دی ہے۔ جس کو علم مل گیا، اسے بہترین نعمت میسر آگئی۔"

گویا کسی بھی مسئلے و معاملے پر عمل درآمد سے قبل علم و نظریہ کو بیان کرکے نکھارا جاتا ہے اور اس کی روشنی میں عمل کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ قرآن بھی اپنے ماننے والوں سے عقل و بصیرت کا مطالبہ کرتا اور سوچے سمجھے بغیر مسلمانوں کو آیاتِ قرآن کی اتباع سے بھی روکتا ﴿وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا﴾ (سورۃ الفرقان) ہے۔ اس لحاظ سے علمائے کرام انبیا و رُسل کے وارث ہیں، جو کتاب و سنت کی تشریح کرتے ہیں، حالات پر ان کا اطلاق کرتے ہیں اور پھر حکام و والیان ان تشریحات کی روشنی میں افراد و معاشروں کے لیے اپنی زندگیاں سنوارنے کا عملی نظام قائم کردیتے ہیں۔

کسی بھی فرد و اجتماع پر اُس کے مسلمہ عقائد و نظریات کی حکومت ہوتی ہے۔ بہت سے انسانوں سے ایک معاشرہ اور حکومت و ملت تشکیل پاتی ہے۔ انسان جس نظریہ کا حامل ہوتا ہے، اپنے قول و کردار سے اسی پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ اس عقیدہ و نظریہ کی سب سے مؤثر تشکیل کتاب و سنت کے ذریعے ہوتی ہے۔ اللہ کے قرآن اور نبی کے فرمان سے بڑھ کر کوئی ایسا مؤثر ذریعہ نہیں، جو کسی مسلمان کی ذہنی تشکیل میں کارگر ثابت ہو۔ قرآن و سنت سے متعلقہ ہدایت کی نشاندہی ، ان کی تبلیغ اور حالات پر ان کا اطلاق علمائے کرام ہی کرتے ہیں۔ اس ناطے علمائے کرام کا کردار مسلم معاشرے میں غیر معمولی تقدس اور اہمیت رکھتا ہے، بالخصوص ان حالات میں وہ جب وہ اس پر خود خلوص دل سے عمل پیرا بھی ہوں تو ان کے قول و کردار کی تاثیر دوچند ہو جاتی ہے۔

عمل سے قبل نظریہ کی اصلاح

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بت شکنی سے قبل ، برسہا برس تک تبلیغ و دعوت میں صرف کیے۔ فتح مکہ کے موقع پر بتوں کو پاش پاش کرنے سے قبل بھی آپ کے پاس ہمیشہ ایسے جانثار موجود رہے جو اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کرسکتے تھے، لیکن جب تک نظریاتی و علمی طور پر آپ نے بت پرستی کی گمراہانہ بنیادوں کو واضح رختم نہ کرلیا، اس وقت تک آپ نے بتوں کو ڈھانے سے گریز کیا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عمل واقدام سے پہلے ذہنی خلفشار کا خاتمہ اور علمی نکھار ضروری ہے۔

آپ ﷺ اپنے داعیوں کو دیگر علاقوں میں بھیجتے اور انہیں اقدام سے قبل دعوت کی تلقین کرتے، جیسا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مشہور احادیث میں ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى اليَمَنِ، قَالَ: «إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللَّهِ، فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ...» (صحیح بخاری:1458)

"جب نبی کریم ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (عامل بناکر) بھیجا تو تلقین فرمائی: تو اہل کتاب میں سے ایک قوم کی طرف جارہا ہے۔ سب سے پہلے تجھے چاہئے کہ اُنہیں اللہ کی بندگی کی دعوت دے، جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو اُنہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر ان کے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں..."

مذکورہ بالا نکات سے مسلم معاشرے میں دینی قیادت کا کردار بالکل اظہر من الشمس ہوجاتا ہے اور اُن کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے۔ بالفرض کوئی تبدیلی یا اقدام کسی وقتی دباؤ یا سختی کے نتیجے میں نافذ کر بھی دیا جائے لیکن ذہنوں میں اس کی اہمیت اور نوعیت راسخ نہ ہو تو کچھ ہی عرصے میں اس دباؤ کے ختم ہوتے ہی حالات دوبارہ پرانی ڈگر پر واپس لوٹ آتے ہیں اور مسلم معاشرہ باہمی خلفشار کا شکار رہتا ہے۔ اس لحاظ سے مسلم معاشرہ جبر و تحکم کی بجائے ارشاد و اتباعِ الٰہی کا رجحان رکھتا ہے۔

دہشت گردی اور فرقہ واریت کے خاتمے میں علما کا کردار

دہشت گردی ایک ناسور ہے اور فرقہ واریت مسلم

معاشروں کی طاقت کو کھوکھلا کیے دے رہی ہے۔ یہ دونوں مسئلے ، فی زمانہ ملتِ اسلامیہ کے اہم ترین مسائل ہیں۔ ایک کے نتیجے میں امن وامان جیسی عظیم الشان نعمت سے محرومی اور دوسری کے نتیجے میں اتحاد جیسی ملی قوت کا خاتمہ سامنے آرہا ہے۔ ان دونوں مسائل کا تعلق اور ان کی بنیادیں، کسی اور نہیں بلکہ خالص مذہبی نظریات میں ہی پیوست ہیں۔ ان دونوں مسائل کا استدلال بھی خالص مذہبی نوعیت کا ہے اور اُن سے زیادہ متاثر ہونے والا بھی مذہبی طبقہ ہی ہے، اوراس سلسلے میں پائے جانے والے افراط وتفریط کو کتاب وسنت کی روشنی میں ہی واضح کیا جاسکتا ہے۔ جب تک ان مسائل کی مذہبی حیثیت ونوعیت کو واضح نہیں کیا جاتا، دینی پلیٹ فارم سے اُن کے بارے میں واضح اور دوٹوک رہنمائی نہیں کی جاتی، اس وقت تک محض حکومتی اقدامات اور جبر ودباؤ سے اُن پر دائمی قابو نہیں پایا جاسکتا۔

مذہبی قیادت کی مختلف صورتیں ہیں: مفتیان وقاضیان، ائمہ وخطبا، واعظین وداعیان، علما، مدرّسین علوم اسلامیہ، منتظمین مراکز ومدارسِ دینیہ، قائدین وذمہ دارانِ تحریکاتِ اسلامیہ، اہل علم وقلم، اہل فکر ودانش، سرکاری جامعات میں علوم اسلامیہ کے اساتذہ وپروفیسرز، تحقیقی اور اشاعتی وابلاغی اداروں کے ذمّہ داران اور قائدین، مذہبی سیاسی جماعتوں کے قائدین اور ذمّہ داران وغیرہ۔ (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سیاست کی چار قسمیں اور درجہ بندی کی ہے: سیاستِ وعاظ، سیاستِ علما وفقہا، سیاستِ خلفا وملوک، سیاستِ انبیاء ورسل (احیاء العلوم: کتاب العلم، باب اوّل، ج1/ص9)

اور ان میں اکثر کے پاس ابلاغ کی مؤثر ترین صورت مسجد کا مقدس منبر اور خطباتِ جمعہ ہیں، جن میں ہمہ تن گوش ہوکر شریک ہونا ہر مسلمان کا شرعی فریضہ ہے۔ اس سٹیج پر پورے تقدس وانہماک سے ہر مسلمان سر جھکا کر، دین کا پیغام سنتا ہے۔ اتنا بڑا سٹیج اور ایسا مقدس پلیٹ فارم کسی بڑے سے بڑے حکمران کو بھی میسر نہیں۔ یہ مالک الملوک اور خالق کائنات کے گھر میں، خالق کی پیش کردہ رہنمائی کا نظام ہے۔ ان خطبا کے استدلال کا محور اللہ کا قرآن اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہوتا ہے جو اہم ومقدس ترین استدلال ہے۔

دینی قیادات اس سلسلے میں درج ذیل پہلوؤں سے اپنا کردار ادا کرسکتی ہے:

1۔ شرعی تعلیمات کی وضاحت اور علمی نکھار کے ذریعے... دہشت گردی کا مفہوم کیا ہے؟ اس کا مصداق کیا ہے اور کیا نہیں؟شریعت میں دہشت گردی کی مذمت کس کس طرح کی گئی ہے، اور فساد فی الارض کی بدترین سزا (سود ایسا بدتر گناہ ہے جس کے ارتکاب کو اللہ نے اپنے سے جنگ قرار دیا ہے اور دوسرا گناہ حرابہ یعنی فساد فی الارض بھی اتنا سنگین ہے جو اللہ ورسول سے جنگ کے مترادف قرار دیا گیا۔ اس کی سزا بھی بڑی سنگین ہے۔ دیکھئے سورۃ المائدۃ:33) کیا بتلائی گئی ہے؟ علمائے کرام اپنے شرعی موقف کو کتاب وسنت کے دلائل ، عقلی ومنطقی استدلال، تاریخی مثالوں اور عبرت آموز واقعات سے مزین کرکے مختلف اسالیب ووسائل سے معاشرے میں پھیلاسکتے ہیں۔ مثلاً

1۔ خطاباتِ جمعہ کے ذریعے
2۔ دعوتی دروس وخطابات کے ذریعے
3۔ تعلیم وتعلم اوراپنے طلبہ کے فکری نکھار اور علمی رسوخ کے ذریعے
4۔ ٹی وی مذاکروں، مباحثوں اور خطابات کے ذریعے
5۔ اخبارات میں مضامین واشتہارات اور رخبروں و سیمینارز کے ذریعے
6۔ مختصر تحریروں، کتابچوں، پمفلٹوں ، کارڈز، ہینڈ بلوں کی تیاری اور عوامی مقامات پر اُن کی تقسیم ، اشتہارات، بل بورڈز، وال پینٹنگز، بینروں وغیرہ کی صورت میں

2۔ علمائے حق کا ہر مسلمان کے ہاں خاص احترام پایا جاتا ہے۔ بالخصوص دینی دلائل کی بنا پر گمراہی کا شکار ہونے والے دراصل حق اور صلاح کے جویا ہوتے ہیں، اپنی کم علمی اور وافر دینی جذبہ کے سبب غلط اور انتہا پسندانہ موقف کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اگر ان سے ملاقاتوں اور تبادلہ خیال میں علما کو آگے بڑھایا جائے تو اس سے ان کے علم واحترام کی بنا پر حالات میں بہت سی اصلاح ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

3۔ علمائے کرام اس موضوع پر پائے جانے والے ابہام اور اعتراضات کا شرعی دلائل سے خاتمہ کرکے اور درست واقعاتی صورتِ حال کو جان کر، اور اس کو مثبت انداز میں پھیلا کر بھی ذہنی خلفشار کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے حکومت راست فکر اور ممتاز علما کو متحد کرکے، ان کے زیر اثر حلقوں میں اُن کے پیغام کو پھیلاسکتی ہے، جس کے لیے ان کے براہِ راست خطابات اور ان کی تحریریں مؤثر کردار ادا کرسکتی ہیں۔

4۔ مساجد کے خطبات ودروس، مدارس ووفاقات کے نصابات، سکول وکالج اور جامعات کے نصابات، جلسہ جات وسیمینار کے موضوعات، مباحثوں مذاکروں کے موضوعات میں دہشت گردی اور فرقہ واریت کی تردید اور متوازن ومعتدل رہنمائی کو مختلف اسالیب میں متعارف کرایا جائے۔

5۔ سلیم الفکر علما کے ساتھ ، معروف اور مؤثر میڈیا پرسنز کی میٹنگیں کرائی جائیں اور متفقہ نکات پر مشتمل ٹی وی پروگرام کرائے جائیں، جس میں دلچسپی اور تاثیر کے لئے بطورِ خاص منصوبہ بندی اور تیاری کی جائے۔

نوٹ: عالم دین کی قدرومنزلت، اس کے قول وکردار کی راستی سے مشروط ہوتی ہے۔ اگر کسی عالم یا تنظیم کے بارے میں یہ شبہ پیدا ہوجائے کہ وہ حکام واُمرا کی خوشامد اور تائید کے لیے قرآن وسنت سے استدلال

کرتا ہے، یا اس کا اپنا کردار اس کے موقف کی تصدیق وتائید نہیں کرتا، تو اہل اسلام ایسے علمائے سوء سے متنفر ہو جاتے اور ایسی صورت حال میں عوام کی ذہن سازی کی بجائے، مزید انتشار جنم لیتا ہے۔ اس لیے اس امر کی بطور خاص ضرورت ہے کہ مخلص اور راسخ علما کو صورتِ واقعہ میں پوری طرح شریک کیا جائے، اور ان کی رائے کو وزن دیا جائے اور نفس مسئلہ میں ان کو اس حل پر آمادہ کیا جائے، ان پر جبر یا ترغیبات کے نتیجے میں حاصل ہونے والا موقف عوامی تاثیر سے محروم ہوتا ہے۔ جب اور جس وقت، جس مسئلہ میں علما اور حکام کی رائے متفق ہو گئی اور علما نے خلوص سے شرعی دلائل ومصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالص رہنمائی کی تو اس سے صورتِ حال میں لازماً بہتری پیدا ہو جائے گی۔

6۔ علما کے مختلف رجحانات میں بعض اوقات عام مسلمان اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ اکثر اوقات علما کے مختلف رجحانات حقیقی ہونے کے بجائے، بعض حقائق سے لاعلمی یا معلومات کی کمی بیشی کی بنا پر ہوتے ہیں۔ اگر مخلص ومتدین علمائے کرام کو باہم مل بیٹھنے اور دلائل کے ساتھ اپنا موقف بیان کرنے اور سمجھنے سمجھانے کا موقع دیا جائے تو اس سے بہت سا ظاہری اختلاف پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر علما کو باہم مل بیٹھنے اور سمجھنے سمجھانے کا مستقل سلسلہ جاری رہنا چاہیے اور عوام الناس کو علما کی طرف سے ایک مشترکہ پیغام ہی جاری ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی طرح علما کا ایک عوامی پلیٹ فارم بھی ہونا چاہیے جو عوام کو رہنمائی دیں اور ان کی آرا کو عوام وحکومت ہر دو کو وزن دینا چاہیے۔

7۔ پاکستان میں مختلف فقہی مکاتبِ ہائے فکر پائے جاتے ہیں۔ ان مکاتبِ فکر کے فقہی کے ساتھ ساتھ فکری وسیاسی رجحانات اور تشخص بھی جداگانہ ہیں۔ یہ تشخص اس قدر پختہ ہیں کہ حکومت کے لیے اُن سب کو ساتھ لے کر چلنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ان مکاتب فکر کے فقہی امتیازات میں کمی لانے کے ساتھ ساتھ حکومت کو چاہیے کہ قرآن وسنت کی بنا پر باہمی اتفاق واتحاد کو پروان چڑھانے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ یہی وہ واحد بنیاد ہے، جس پر اللہ کی رسی ہونے کے ناطے سب کا اتفاق اور آخر کار ملت کا اتحاد ممکن ہے۔

8۔ جس طرح دینی وفکری بنیادوں پر فرقہ واریت حرام ہے۔ تمام مسلمانوں کو ایک ہی اسلامی اکائی اور اخوت پر مشتمل ہونا چاہیے، اسی طرح حکام کی سیاسی بنیادوں: رنگ ونسل، زبان وقوم، علاقہ ووطن کی بنا پر فرقہ واریت بھی ایک مذموم امر ہے۔ اگر مختلف حکام اپنی رعایا کو علیحدہ علیحدہ وطنیت یا تشخص کے نام پر علیحدہ کرنا چاہیں تو یہ بھی شرعاً ایک قابل مذمت امر ہے۔ مذہبی فرقہ واریت کی طرح نسلی، لسانی، علاقائی، وطنی اور سیاسی فرقہ واریت بھی ناجائز اور قابل مذمت ہے۔ اسلامی اخوت ایک بالا تر نظریہ ہے، جس کی رو سے نبی کریم ﷺ کا ہر اُمتی، اسلامی اخوت میں پرویا ہوا اور ایک جیسے حقوق رکھتا ہے۔ اور اسی بات کی نبی کریم ﷺ نے ملت اسلامیہ کو خطبہ حجۃ الوداع میں تلقین فرمائی ہے۔

شرعی تعلیم وتبلیغ کی ذمّہ داری سے حکومتی گریز

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مسلم معاشرہ حاکمیتِ الٰہیہ پر استوار ہوتا ہے اور اس حاکمیتِ الٰہیہ کا موجودہ حالات پر انطباق اور اس میں شریعت کے مقصود ومنشا کی نشاندہی علمائے کرام کی ذمہ داری اور اُن کے علم وفضل کی مرہونِ منت ہے۔ دیگر معاشروں کی بہ نسبت اپنی بنیادی ساخت میں اس اہم ترین عنصر کی بدولت مسلم معاشروں میں دین اور اس کے ماہرین کا کردار بہت کثیر الجہت ہوتا ہے۔ دین کی اس غیر معمولی اہمیت کا اندازہ لگانا ہو تو غور کیجئے کہ ہمارے ملک، قوم، اور فرد کے تشخص میں دین ہی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان کے نام میں اسلامی کا سابقہ، ہمارے شہروں کے ناموں میں اسلامی مناسبتیں اور افراد کے نام اور تشخص میں اسلامی حوالے بتاتے ہیں کہ ہر مقام پر دین کا کردار بنیادی ہے۔ گویا دین کسی قوم وفرد کی دنیا وآخرت میں اہم ترین شناخت ہے!!

دین بیزاری کے اس دور میں بہت سی کوششیں کی گئیں کہ دین کے حوالے کو اضافی قرار دے دیا جائے لیکن آج بھی یہ مسلم معاشروں اور مسلم ممالک کا یہ بنیادی تقاضا ہے۔ اسلامی ممالک کے دساتیر اس کو اوّلین حیثیت دیتے ہیں اور کم از کم زبانی/تحریری حد تک اس کے اتباع اور فروغ کا دم بھرتے ہیں۔ مزید بر آں دینی اعتقادات کی اہمیت کو آج بھی دنیا کے ہر فورم پر بنیادی تعارف حاصل ہے۔ ڈالر کے نوٹ پر 'اللہ پر اعتماد کا دعویٰ' ہو یا امریکی صدر کا اپنے عہدے کے حلف نامہ، مذہب کے حوالے کے بغیر کہیں بات نہیں بنتی۔ اس لیے دین کے معاشرتی کردار سے کسی طور انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے بھی پاکستانی حکومت کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ اپنے شہریوں کے دینی حقوق کی پاسداری کرے، اُن کو ان کے دین کے بارے مستند تعلیم دے۔ ان کے مذہبی اداروں اور مساجد ومدارس کو قائم کرے، ان کا قبلہ خالص اسلام پر جاری وساری کرے اور اپنے باشندوں کے دینی فرائض سے بخوبی عہدہ برا ہو۔ کیونکہ ایک اسلامی ریاست کا معاصر مغربی ریاست سے یہی بنیادی امتیاز ہے۔

افسوس کہ اہل مغرب سے مختلف علوم وفنون سیکھتے سیکھتے ہم اپنے اسلامی اعتقادات ونظریات سے بھی محروم ہو گئے اور پاکستانی حکومت، اُتنے ہی دینی فرائض انجام دینے پر قانع ہو گئی جتنا کوئی یورپی سیکولر ریاست اپنے عوام کے دینی فرائض کی پاسبان ہوتی ہے۔ جس طرح کسی مغربی ریاست کو اپنے بسنے والوں کی دینی تعلیم، عبادت گاہوں، اور دینی رہنمائی سے کوئی غرض نہیں ہوتی، یہی صورتِ حال پاکستانی

حکومت کی بھی ہے۔ البتہ رسمی طور پر چند برائے نام اور روح سے عاری اقدامات کی خال خال کوششیں نظر آتی ہیں۔

اسلامی ریاست کا یہ بنیادی فریضہ ہے کہ ایک نظریاتی ریاست ہونے کے ناطے وہ اپنے شہریوں کے جان ومال کے ساتھ ان کے دین وایمان کی بھی محافظ اور معاون بنے۔ یہی بات قرآن کریم، احادیثِ نبویہ اور ائمہ اسلام کے فرامین سے ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے اہل ایمان کو زمین پر جب اقتدار دینے کی بات کی تو فرمایا:

﴿الَّذِينَ إِن مَكَّنَّـٰهُم فِى الأَرضِ أَقَامُوا الصَّلوٰةَ وَءَاتَوُا الزَّكوٰةَ وَأَمَرُوا بِالمَعرُوفِ وَنَهَوا عَنِ المُنكَرِ وَلِلّٰهِ عٰـقِبَةُ الأُمُورِ﴾

”اُنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔“ (سورۃ الحج:41)

سورۃ النور کی آیت نمبر 55 میں اسلامی ریاست میں اللہ کی بندگی کا فروغ اور شرک وبدعات کے خاتمہ کو حکومتی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسلامی حکومت کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هي الرياسة العامة في التصدي لإقامة الدين بإحياء العلوم الدينية وإقامة أركان الاسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة وإعطاءهم من الفيء والقيام بالقضاء وإقامة الحدود ورفع المظالم والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابةً عن النبي ﷺ

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی: 5/1)

”ایسی عمومی حکومت جو نبی مکرم کی نیابت میں نفاذِ دین کے فرض کو پورا کرتی ہے کہ وہ دینی علوم کا احیا کرے، ارکانِ اسلام (توحید ورسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) کو قائم کرے، جہاد کو جاری کرے، متعلقہ لشکروں کی تنظیم کرے، وجوبِ جہاد کا اعلان اور مجاہدین میں مالِ فے وغنیمت تقسیم کرے، شرعی نظامِ عدل کو قائم کرے، حدود کا نفاذ کرے، مظالم کی بیخ کنی کرے، اور معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جاری کرے۔“

مذکورہ بالا اُمور کی مختصر اُنشاندہی سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی حکومت کے فرائض مغربی ریاست سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کروانا اور اس کے اسباب ووسائل میسر کرکے دینا ہے، اور اسی عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے ہی اس کی اطاعت ضروری ہوتی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی نگرانی کرکے اُنہیں دین ودنیا کی سعادت سے بہرہ مند کرسکے۔

آج ہم بے شمار قومی مسائل کا اس لیے شکار ہیں کہ ہم نے دین کو، جو مسلم فرد ومعاشرہ کی عظیم ترین قوت ہے، حب رسول اور اتباعِ رسالت کو جو ہر فردِ مسلم کی اوّلین زینت اور ایمانی تقاضا ہے، انسان کا ذاتی مسئلہ بنا کر رکھ دیا اور اس کی ذمّہ داری سے غافل ہوگئے۔ لوگوں کی دینی رہنمائی کو اتنا غیر اہم سمجھ لیا گیا کہ جو جس کے جی میں آئے، اسلام کے نام پر لوگوں کے ذہنوں میں اُنڈیلتا رہے، چنانچہ لوگوں نے مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی کا استحصال کرنا شروع کردیا۔ حکومت کا اپنی اس ذمہ داری سے انحراف کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستانی معاشرہ دین کے نام پر گوناگوں اور منتشر خیالات وافکار کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ مفاد پرستوں نے اپنے اپنے مفاد کے لیے ایک دین کو کئی ایک فرقوں میں بانٹ کر اپنے اپنے پیروکار جمع اور مفادات منظّم کرلیے۔ اسلام کے نام پر اتنے منتشر ومتفرق پہلو لوگوں کو بتائے اور سکھائے گئے کہ ایک ملت کا تصور خواب ہوکر رہ گیا۔

پاکستانی معاشرہ کے ایک اسلامی معاشرہ ہونے کے ناطے یہاں دین کی اہمیت سے انکار کیا نہیں جاسکتا، اسلامی معاشرے میں دینی مسندات اور منبر ومحراب کو تقدس کو ختم کرنا ایک گناہِ عظیم کے مترادف ہے، لیکن اتنی بڑی مؤثر نظریاتی قوت کے کسی قبلہ اور مرکز ومحور کا تعین ہی نہ کرنا اور اس کی ذمہ داری سے بالکل غافل ہوجانا ایک سنگین ملّی مسئلہ ہے۔ ہم نظریاتی اور فکری انتشار کا اس وقت تک خاتمہ نہیں کرسکتے، ان مسائل سے اس وقت تک عہدہ برا نہیں ہوسکتے، جب تک اس کی ایک سنجیدہ ذمہ داری حکومتِ وقت اپنے سر نہ لے۔

اس مسئلہ کا یہ حل نہیں کہ مذہب کے نام پر ہر خیال کی مذمت کرکے، مغربی تہذیب کو پروان چڑھا دیا جائے۔ اسلامی معاشروں میں ایسا ہونا ناممکن ہے، کیونکہ دنیا بھر کے مسلمان رسولِ کریم ﷺ سے قلبی تعلق کو آخر کار نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کا حل یہی ہے کہ مسلم حکومت اپنے باشندوں کی دینی وفکری ذمہ داری کو قبول کرے اور عوام کی اصلاح وارشاد کا ایک منضبط ومنظم اور جامع پروگرام تشکیل دے۔

اوّل تو حکومتیں دینی ذمّہ داری سے ہی غافل ہیں اور اگر کبھی کسی کو اس شرعی ذمہ داری کا خیال آ ہی جائے تو مختلف فرقہ وارانہ رجحانات اور تنظیمیں اپنے اپنے معتقدات ونظریات کو سرکاری پلیٹ فارم سے فروغ دینے کے لیے پیش کرنا شروع کردیتے ہیں۔ اس سلسلے میں واضح رہنا چاہیے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور یہاں اسلامی حکومت کے فرائض بیان ہورہے ہیں، اس لیے حکومت کو سرکاری طور پر اسے ہی نافذ اور جاری کرنا چاہیے جو کسی مزید حوالے کے بغیر صرف اور صرف اسلام ہو۔ اور صرف اسلام کے سلسلے میں قرآن کریم یہ واضح ہدایت دیتا ہے کہ ”جب بھی تمہارا اختلاف ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول کی طرف لوٹا دو۔"

﴿وَمَا اختَلَفتُم فيهِ مِن شَيءٍ فَحُكمُهُ إِلَى﴾(الشوریٰ:10)

اور

﴿فَإِن تَنـٰزَعتُم فى شَيءٍ فَرُدّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسولِ إِن كُنتُم تُؤمِنونَ بِاللَّهِ وَاليَومِ الآخِرِ﴾ (سورۃ النساء:59)

اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی صریح موجود ہے کہ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: قرآنِ کریم اور میری سنت جب تک ان کو تھامے رکھو گے، گمراہ نہ ہوگے۔"

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ» (صحیح الجامع:2937)

چنانچہ قرآن کریم اور سنتِ رسول کو ہی اُصولی طور پر نافذ کرنے کی کوشش ہونی چاہیے اور انہی دو اساسات پر ملتِ اسلامیہ کا حقیقی اتحاد ہو سکتا ہے۔ اگر حکومت اسلام کے کسی مخصوص برانڈ کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرے گی تو اوّل تو وہ اسلام کا کلی مصداق نہ ہو گا اور اس پر کبھی اختلاف کا خاتمہ بھی نہ ہو سکے گا۔ نتیجۃً جس قومی انتشار کی بات کی جا رہی ہے، اس کا خاتمہ ایک خواب بن کر رہ جائے گا۔

اسلام میں پاپائیت یا تھیا کریسی کا کوئی تصور نہیں، یعنی مذہب کے نام پر بعض انسانوں کا اپنے جیسے انسانوں پر حاکم بن بیٹھنا اور اللہ کی منشا و مرضی کے نام پر، لوگوں پر اپنی حکومت چلانا۔ اسلام کا دامن ان علتوں سے پاک ہے۔ اللہ کی منشا و مرضی معلوم کرنے کا واضح طریقہ ہمارے پاس قرآن کریم اور سنتِ رسول ﷺ ہے۔ چنانچہ انہی دونوں کا حقیقی نفاذ ہی اسلام کا تقاضا ہے، وگرنہ اسلام کے نام پر بعض فقہائے عظام کی تشریحات کو شریعت قرار دے کر نافذ کر دینا، پاپائیت کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔

قرآن وسنت کی تشریح ایک علمی اہلیت کی متقاضی ہے جس کے اہل علمائے کرام ہی ہیں، لیکن اس اہلیت کے نام پر اُنہیں قرآن وسنت کو ہی نافذ کرنا چاہیے نہ کہ اپنی ذاتی آرا کو۔ اس لیے حکومتوں کو ایسے انفرادی رجحانات کے نفاذ سے بچنا چاہیے۔

الغرض اصلاحِ معاشرہ میں دین کا کردار غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے، اور اس سے صرفِ نظر کرنا ممکن نہیں، تاہم حکومتِ وقت کو اپنے شہریوں کی دینی ضروریات کی ذمہ داری بھی قبول کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں خالص کتاب وسنت کو فروغ دینے کی مساعی کرنا چاہئیں، کسی مخصوص فرقے یا نظریے کو پروان چڑھانے سے قومی اتفاق واتحاد کو مزید نقصان پہنچے گا۔

مولانا محمد حفیظ الرحمٰن کا انتقال

اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے۔

ہمارے استاذ محترم اور ناظم جامعہ دار السلام عمر آباد جو عمریوں کا روحانی سہارا تھے، وہ بھی اچانک داغ مفارت دے چکے ہیں، اللہ کریم علامہ محمد حفیظ الرحمٰن اعظمی عمری مدنی کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے متعلقین اور تلامذہ کو صبر جمیل بخشے۔ آمین یارب العالمین

بڑے ہے ہی افسوس اور رنج وغم کے ساتھ یہ خبر دی دی جارہی ہے کہ ہمارے استاذ محترم اور استاذ الاساتذہ مولانا حافظ محمد حفیظ الرحمن اعظمی مدنی ذمہ دار ماہانہ راہ اعتدال، عمر آباد مختصر علالت کے بعد چنائی مدراس انڈیا میں 81 سال کی عمر میں مالک حقیقی سے جاملے اور اسی دن رات 10 بجے ان کے بھتیجے مولانا شیخ انیس الرحمٰن اعظمی عمری مدنی نے نماز جنازہ پڑھائی، مدراس کی عید گاہ میں اتنے لوگ تھے کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی، ان کے داماد، اقارب، ذمہ داران جامع دار السلام عمر آباد، اساتذہ اور ان کے تلامذہ کا جم غفیر تھا جنہوں نے انتہائے گریہ سے مولانا کو سفر آخرت پر روانہ کیا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

برطانیہ میں جیسے ہی یہ خبر پہنچی تو اسی دن جامع مسجد محمدی برمنگھم میں ان کے تلامذہ اور مشائخ کرام اور احباب جمع ہوئے اور بعد نماز مغرب ان کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔ حافظ عبد الکریم ثاقب ٹرسٹی و بانی الہجرہ ٹرسٹ، مولانا حفیظ اللہ خان المدنی، ڈاکٹر خرم بشیر آمین، برادر محمد فاروق نسیم، چوہدری عبد الغنی امیر مسجد، حاجی اللہ دتہ، راجہ مقصود، قاری حفیظ الرحمٰن، ڈاکٹر عبد الرب ثاقب اور بہت سے لوگ غائبانہ نماز جنازہ میں شریک تھے۔ مولانا شیر خان جمیل احمد عمری چونکہ مولانا کے قرابتدار تھے اس لیے نماز سے قبل انھوں نے مولانا کی زندگی پر مختصر روشنی ڈالی اور نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو تقریر وتحریر میں خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، ہر جلسہ اور کانفرنس میں مولانا کے خطاب سے محفل میں چار چاند لگ جاتے تھے اور تحریر بھی بڑی دلکش اور پیاری ہوتی تھی، یوں تو ان کی چار کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، مگر پتہ نہیں اور کتنی کتابیں ہیں جو منظر عام پر نہ آسکیں۔ اللہ نے زبان وقلم دونوں پر کامل عبور عطا فرمایا تھا۔ ان کے ایک شاگرد رشید نو مسلم ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی عمری مدنی جو استاد محترم ہی کی طرح عبقری تھے، اللہ پاک نے انہیں سعودی شہریت عطا فرمائی اور مدینہ یونیورسٹی میں پہلے استاذ حدیث بعد میں صدر حدیث شعبہ رہے اور جو مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے۔ 2 سال قبل وہ وفات پا گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے وہ جب بھی کوئی کتاب لکھتے تھے تو استاذ محترم سے تقریظ اور تبصرہ لکھانے کے لیے عمرہ آباد بھیجتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے استاد محترم کو اردو اور عربی پر خاصا عبور فرمایا تھا، ان کے شاگرد ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ صحیح بخاری سے لے کر دنیا کی تمام صحیح احادیث کو ایک جگہ جمع کر کے طبع کروایا جس کی تقریباً 30 جلدیں ہیں۔ حیدر آباد دکن میں ان کے ایک نامور شاگرد مولانا عبد الہادی العمری مدنی نے ان کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی اور حرمین شریفین اور دنیا کے مختلف ممالک میں بھی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو مطیع اور فرمان بردار بندے کو عزت دینے والا جبکہ باغی اور سرکش کو ذلیل کرنے والا ہے۔ تقویٰ یقیناً ہر نعمت کی بنیاد اور معصیت ہر آفت وبلا کا سبب ہے۔ انسان پر آنے والی ہر مصیبت اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جو وہ اللہ کے حق میں کوتاہی کرتا ہے، اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور محرمات میں گھس جاتا ہے۔ جس طرح نفس ترغیب کا محتاج ہے اسی طرح ترہیب کا بھی محتاج ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الداء والدواء" میں "انسانی زندگی پر گناہوں کے اثرات" تفصیلا بیان کئے ہیں۔ جن کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو گناہوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

گناہوں کے نقصانات

1۔ علم سے محرومی:

کیونکہ علم ایک روشنی ہے جس کو اللہ انسان کے دل میں ڈال دیتا ہے جبکہ گناہ اس روشنی کو بجھا دیتا ہے۔

2۔ رزق سے محرومی:

جیسا کہ مرفوع حدیث میں وارد ہے:

«إِنَّ الْعَبْدَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ»

"بندہ اپنے کردہ گناہوں کے سبب رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔" (مسند أحمد)

3۔ وحشت کا احساس:

وہ خوف خدا جو گناہ گار آدمی اپنے دل میں محسوس کرتا ہے، جس سے دراصل اس کی تمام لذتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

4۔ خوف کا احساس:

وہ خوف جو گناہ گار شخص لوگوں سے محسوس کرتا ہے "خصوصا نیک لوگوں سے" جب یہ خوف قوی ہو جاتا ہے تو مذکور شخص ان نیک لوگوں سے، اور ان کی مجالس سے دور بھاگتا ہے اور ان سے نفع اٹھانے کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور شیطانی گروہ کے اتنا ہی قریب ہو جاتا ہے جتنا کہ رحمانی گروہ سے دور ہوتا ہے۔

5۔ معاملات میں تنگی:

گناہ گار شخص اپنے سامنے معاملات کی تنگی اور خیر کے ہر دروازے کو بند محسوس کرتا ہے، جیسا کہ متقی اور پرہیز گار شخص کے لئے اللہ تعالیٰ اس کے تمام معاملات کو آسان کر دیتا ہے۔

6۔ اندھیرے کا احساس:

گناہ گار شخص حقیقتا اپنے دل میں اندھیرا محسوس کرتا ہے۔ حتی کہ وہ رات کو اکیلے چلنے والے اندھے کی مانند گمراہی اور ہلاکتوں میں جا پڑتا ہے لیکن اس کو احساس تک نہیں ہوتا۔

7۔ دل وبدن کی کمزوری:

گناہ انسان کے دل اور بدن کو کمزور کر دیتا ہے۔ دل اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ اس کی روحانی موت واقع ہو جاتی ہے۔ جبکہ بدن کی کمزوری دراصل دل کی کمزوری ہے کیونکہ مومن کی ساری قوت اس کے دل میں ہوتی ہے۔ فاجر شخص اگرچہ دیکھنے میں مضبوط ہو مگر ضرورت کے وقت وہ کمزور ہی ثابت ہو گا۔

8۔ اطاعت سے محرومی:

گناہ انسان کو اطاعت اور فرمانبرداری سے روکتا ہے جس سے انسان مزید گناہوں میں پڑ جاتا ہے۔

9۔ عمر میں کمی:

گناہوں سے عمر کم ہو جاتی ہے اور عمر کی برکت ختم ہو جاتی ہے جبکہ نیکی کرنے سے عمر میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے۔

10۔ گناہ کی طرف رجحان:

کیونکہ گناہ سے گناہ ہی نکلتا اور پیدا ہوتا ہے۔ ایک گناہ دوسرے گناہ کی جانب راہنمائی کرتا ہے۔

11۔ ارادہ معصیت کی مضبوطی:

گناہ کرنے کا سب سے خطرناک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے کا ارادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور توبہ کرنے کا ارادہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ حتی کہ آہستہ آہستہ انسان کے دل سے توبہ کرنے کا ارادہ کلیۃً ہی ختم ہو جاتا ہے۔

12۔ گناہ کی قباحت کا دل سے محو ہو جانا:

جب انسان کثرت سے گناہ کرتا ہے تو اس کے دل سے گناہ کی قباحت ختم ہو جاتی ہے اور گناہ کرنا اس کی عادت بن جاتی ہے۔ حتی کہ لوگوں کے دیکھ لینے یا برا بھلا کہنے کو بھی قبیح نہیں جانتا۔ بلکہ اگر اس نے گناہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا تو یہ بد بخت خود لوگوں میں اپنے گناہ کی تشہیر کرتا پھرتا ہے اور اس پر فخر کا اظہار کرتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو معاف نہیں کیا جائے گا اور ان پر توبہ کا دروازہ بند ہے۔

جیسا کہ حدیث میں موجود ہے:

«كل أمتي معافى إلا المجاهرين»

"اپنے گناہوں کی تشہیر کرنے والوں کے علاوہ میری امت کے سارے لوگوں کو معاف کر دیا جائیگا۔"

13۔ مجرموں کی وراثت:

گناہ مجرموں کی وراثت ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک وبرباد کر دیا۔ مثلاً لواطت قوم لوط کی وراثت اور زمین میں تکبر کرتے ہوئے فساد برپا کرنا قوم فرعون کی وراثت ہے، علی ہذا القیاس گناہگار شخص ان مجرموں کا لباس پہن کر وہی گناہ کرتا ہے جو ان لوگوں نے کیا۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»

"جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے"

14۔ ذلت ورسوائی کا سبب:

گناہ کرنا اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت ورسوائی اور آنکھوں سے گر جانے کا سبب ہے۔ اور جو شخص اللہ کے سامنے ذلیل ہو جائے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔ اگرچہ ظاہراً لوگ اس سے ڈرتے ہوئے یا لالچ میں اس کی عزت کرتے ہی ہوں۔ لیکن انہی لوگوں کے دلوں میں وہ حقیر ترین شخص ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾

"جسے رب ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔" (الحج:18)

15۔ گناہ کی حقارت:

گناہ پر مداومت اور ہمیشگی کرنے سے انسان کے دل میں گناہ کرنا حقیر بن جاتا ہے۔ اور یہی ہلاکت کی علامت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ". فَقَالَ بِهِ هَكَذَا فطار»

"مومن آدمی گناہ کو پہاڑ کی مانند تصور کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں وہ پہاڑ اس پر نہ گر جائے، جبکہ فاسق وفاجر شخص گناہ کو مکھی کی مانند خیال کرتا ہے جو اس کی ناک پر بیٹھ گئی اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے اس کو اڑا دیا۔"

16۔ نحوست:

انسان اور جانور گناہ گار شخص کو نحوست کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں! جب قحط سالی پڑتی ہے اور بارش رک جاتی ہے تو چوپائے گناہگار اور نافرمان بنی آدم پر لعنت کرتی ہوئے کہتے ہیں:

«هَذَا بِشُؤْمِ مَعْصِيَةِ ابْنِ آدَمَ»

"یہ ابن آدم کی نافرمانی کی نحوست ہے۔"

17۔ عزت وآبرو کا خاتمہ:

گناہ انسان کو ذلت ورسوائی سے دوچار کر دیتا ہے اور عزت وآبرو کو برباد کر دیتا ہے کیونکہ ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت میں مضمر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعاً﴾

"جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کی ساری عزت ہے۔" (سورۃ فاطر:10)

18۔ عقل میں فتور:

عقل اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ نور اور روشنی ہے، جبکہ گناہ اس نور اور روشنی کو بجھا دیتا ہے۔ جب یہ نور اور روشنی ہی بجھ جائے تو عقل وشعور میں فتور واقع ہو جاتا ہے اور انسان آداب انسانیت بھول جاتا ہے۔

19۔ غفلت کا سبب:

کثرت سے گناہ کرنے کی وجہ سے انسان کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے اور اس کو غافلین میں سے لکھ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (سورۃ المطففین:14)

"یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ (چڑھ گیا) ہے۔"

سے گناہ کے بعد پے درپے گناہ مراد لیا ہے۔

20۔ لعنت کا سبب:

جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مختلف گناہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا کہ چور، سود خور، تصاویر بنانے والے اور قوم لوط کا فعل کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ وغیرہ

21۔ نبی کریم ﷺ اور فرشتوں کی دعاؤں سے محرومی:

کیونکہ اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ مومن مرد اور مومن عورتوں کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ اور فرشتوں کے بارے میں فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ (سورۃ المؤمن:7)

"عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے، پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے۔"

22۔ فساد فی الارض کا سبب:

گناہ زمین میں فساد کا سبب ہے کیونکہ گناہوں کے سبب ہی زمین پر پانی، اناج اور پھلوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (سورۃ الروم:41)

"خشکی اور تری میں لوگوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے فساد پھیل گیا۔اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھادے(بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔"

23۔خسف و مسخ کا سبب:

گناہوں کے سبب ہی زمین پر زلزلہ آتا ہے یا زمین دھنس جاتی ہے یا زمین کی برکات ختم ہو جاتی ہیں۔

24۔غیرت کا فقدان:

گناہ گار شخص کے دل سے غیرت ختم ہو جاتی ہے اور وہ بے غیرت ہو جاتا ہے۔حتیٰ کہ وہ گناہ کرنے کو بھی قبیح نہیں سمجھتا خواہ وہ خود گناہ کر رہا ہو یا اس کے اہل عیال گناہ کر رہے ہوں۔

25۔شرم وحیا کا خاتمہ:

گناہ کرنے سے انسان کے دل میں موجود شرم وحیا ختم ہو جاتا ہے۔جو کہ دل کی حقیقی زندگی اور ہر خیر کی بنیاد ہے۔جب حیا ہی نہ رہے تو خیر بھی باقی نہیں رہتی۔جیسا کہ حدیث میں ہے!"جب تو حیا نہیں کرتا تو جو مرضی کر!"

26۔اللہ کی تعظیم میں کمی:

گناہ گار شخص کے دل میں اللہ کی تعظیم کمزور پڑ جاتی ہے۔کیونکہ اگر اس کے دل میں اللہ کی عظمت ہوتی تو وہ یہ گناہ کبھی نہ کرتا اور اس کے اندر گناہ کی جرأت کبھی پیدا نہ ہوتی۔

27۔اللہ کی رحمت سے محرومی:

اللہ رب العزت نافرمان اور باغی شخص کو بھلا دیتے ہیں اور اس کو اس کی حالت پر تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ وہ کس وادی میں جا کر ہلاک و برباد ہو جائے۔

28۔نیکی سے بغاوت:

گناہگار اور نافرمان شخص کو نیکی کی توفیق ہی نہیں ملتی اور وہ اپنے گناہوں میں ہی لتھڑا رہتا ہے۔

29۔خیر سے محرومی:

گناہ گار شخص ان بھلائیوں سے محروم جاتا ہے جو اہل ایمان و تقوی کو اللہ تعالیٰ عنایت فرماتے ہیں: جس میں اَجر عظیم کا ملنا

﴿وَسَوْفَ يُؤْتِ اللهُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَجْراً عَظِيْماً﴾(سورۃ النساء:146)

"اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دے گا۔"

30۔دنیا و آخرت میں شر کا دور ہو جانا

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ (سورۃ الحج:38)

"سن رکھو!یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ خود ہی ہٹا دیتا ہے۔"

اور درجات کی بلندی شامل ہے

﴿يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾(سورۃ المجادلۃ:11)

"اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا۔"

☆☆☆

حاجی عبدالحکیم کا انتقال

ہالینڈ کی دینی اور کاروباری شخصیت حاجی عبد الحکیم جنجوعہ بعمر 75 سال عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ جاتے ہوئے قضائے الٰہی سے چل بسے اور جمعہ کے بعد بعد نماز عصر مسجد نبوی میں نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی، جہاں ان کی وفات سے پورے خاندان میں غم واندوہ کی فضا قائم ہے، وہیں جنت البقیع آخری آرام گاہ ہونے کی وجہ سے ہر ایک مطمئن اور مسرور ہے، مرحوم کا تعلق کوٹلی آزاد کشمیر سے ہے وہ ایک عرصہ تک برطانیہ میں مقیم تھے، بعد ازاں ہالینڈ منتقل ہو گئے اور وہاں کپڑے کی تجارت شروع کیے، اللہ نے انہیں بہت ترقی عطا فرمائی کوٹلی میں انہوں نے دینی تعلیم اور حفظ کا بڑا مدرسہ قائم کیا جس میں طلباء کی تعلیم وتربیت اور ان کی رہائش اور طعام کا بہترین نظام قائم کیا، اللہ نے انہیں مال سے زیادہ بڑا دل عطا فرمایا تھا، لاکھوں روپوں کا ماہانہ خرچ آتا ہے اور پنجاب سے اس مدرسہ کے لیے بہترین زیادہ بڑا دل عطا فرمایا تھا، لاکھوں روپوں کا ماہانہ خرچ آتا ہے اور پنجاب سے اس مدرسہ کے لیے بہترین اساتذہ کو منگوا کر اور ان کی تنخواہیں اور ان کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کیے، اسی طرح وہاں فقراء واساتذہ کو منگوا کر اور ان کی تنخواہیں اور ان کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کیے، اسی طرح وہاں فقراء و مساکین اور ضرورت مندوں کے لیے ماہانہ وظائف مقرر کیے، سینکڑوں لوگوں کی دعائیں ان کے ساتھ تھیں وہ کئی بار حج بیت اللہ اور عمرے کی ادائیگی کے لیے گئے مگر پیر کی تکلیف کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تو انہیں یہ خواہش ہوئی کہ میں اپنی زندگی میں ایک اور عمرہ کر لوں، چنانچہ اہل وعیال کے ہمراہ وہ عمرہ سے فارغ ہو کر زیارت مسجد نبوی کے لیے مدینہ منورہ جا رہے تھے کہ راستے میں قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔إنا لله وإنا إليه راجعون

پسماندگان میں زوجہ، دو بیٹے ابراہیم اور آصف اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔جامع مسجد ڈڈلی میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔بہت احباب واقارب نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل بخشے۔آمین یا رب العالمین

چھوٹے پر شفقت اور بڑے کی عزت

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا» (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الرحمة، ح: 4943- مسند أحمد: 257/1- صحيح الجامع للألباني:6540)

”جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے حق کو نہیں پہچانتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

شارحین حدیث نے لَيْسَ مِنَّا کے متعدد معانی کیے ہیں، ان سب کا خلاصہ یہ ہے:

وہ ہماری سنّت کی پیروی کرنے والا، ہمارے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والا، ہماری ہدایت کو قبول کرنے والا، ہمارے علم و عمل کی اقتداء کرنے والا اور ہمارے بتائے ہوئے حکم پر عمل پیرا ہونے والا نہیں ہے۔

(فتح الباری بشرح صحیح البخاری:9/70؛ شرح صحیح البخاری لابن بطال: 2/281؛ شرح مسلم للنووی:1/109-شرح مسلم للسیوطی:1/83)

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْمُغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ، وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ» (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم: 4843؛ صحيح الجامع للألباني:2199)

”بلاشبہ بوڑھے مسلمان، غلو و تقصیر سے بچنے والے صاحبِ قرآن اور منصف حکمران کی عزت کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے میں سے ہیں۔“

یعنی بزرگ شخص کی عزت و احترام اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے کے مترادف ہے۔

بیوی کے حقوق

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عرفات میں دیے گئے نبی کریم ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ، وَإِنَّ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ» (صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ: 1218؛ سنن أبوداؤد، كتاب المناسك، باب باب صفة حجة النبي ﷺ: 1905؛ سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب حجة رسول الله ﷺ :3074)

”عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، کیونکہ تم انہیں اللہ تعالیٰ کی امانت سے حاصل کرتے ہو اور اللہ کے کلمے سے ان کے ساتھ ہمبستری کو جائز کرتے ہو، یقیناً ان کے ذمے بھی تمہارے کچھ حقوق ہیں (وہ یہ کہ) وہ تمہارے بستروں پر ایسے کسی شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرو، اور اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو، لیکن ایسی مار نہ مارو کہ جو انہیں زخمی کر دے، اور تمہارے ذِمے ان کے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کی معروف انداز میں ذِمہ داری ادا کرنا ہے۔“

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

مَا حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ؟ قَالَ: «أَنْ يُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمَ، وَيَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسٰى، وَلَا يَهْجُرَ إِلَّا فِي الْبَيْتِ، وَلَا يَضْرِبَ الْوَجْهَ، وَلَا يُقَبِّحَ» (سنن أبوداؤد، كتاب النكاح، باب في حق المرأة على زوجها: 2142؛ سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب حق المرأة على الزوج: 1850؛ إرواء الغليل للألباني:2033)

”عورت کا اپنے خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ جب وہ خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب وہ خود (نیا لباس) پہنے تو اسے بھی پہنائے، اور صرف گھر ہی میں اسے تنہا چھوڑے، نہ اس کے چہرے پہ مارے اور نہ ہی اسے بُرا بھلا کہے۔“

ان دونوں حدیثوں میں زوجین کے حقوق و فرائض بیان کیے گئے ہیں، خوشحال ازدواجی زندگی کے لیے آپ ﷺ کے بتلائے ہوئے ان زرّیں اصولوں کو اپنانا ناگزیر ہے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْمُسْلِمُ إِذَا أَنْفَقَ نَفَقَتَهُ عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كُتِبَتْ لَهُ صَدَقَةً» (صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد، والوالدين ولو كانوا مشركين: 1002-مسند أحمد:120/4)

”مسلمان جب اپنی کمائی کو نیکی کی نیّت سے اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ لکھ دی جاتی ہے۔“

یعنی اگر کوئی شخص اس نیّت سے اپنے اہلِ خانہ پر خرچ

کرتا ہے کہ میں اللہ کے حکم کی بجاآوری میں اپنے بیوی بچوں پر خرچ کر رہا ہوں تو اس کے لیے وہ بھی صدقہ بن جاتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«دِينَارٌ أَعْطَيْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ أَعْطَيْتَهُ مِسْكِينًا، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ. قَالَ: الدِّينَارُ الَّذِي تُنْفِقُهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا» (صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك، وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم: 995)

"ایک دینار وہ جو تُو نے راہِ خدا میں دے دیا، ایک دینار وہ جو تُو نے کسی مسکین کو دے دیا اور ایک دینار وہ جو تُو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا، فرمایا کہ ان تینوں دیناروں میں سے اجر وثواب کے لحاظ سے سب سے عظیم دینار وہ ہے جو تُو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنا راہِ خدا میں اور مساکین پر خرچ کرنے سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے، لیکن اگر اہل خانہ کے حقوق بہت عمدہ انداز میں ادا ہو رہے ہوں اور مالی وسعت بھی ہو تو پھر حسبِ حال اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور محتاج ومساکین پر خرچ کرنا بھی اہم ہو جاتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي، وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ وَلَا تَقَعُوا فِيهِ» (سنن ترمذى، أبواب المناقب، باب في فضل أزواج النبي ﷺ: 3895- سلسلة الأحاديث الصحيحة:285)

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو، اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں، اور جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو تم اس کے لیے دعا کیا کرو اور اس کی برائیاں مت بیان کیا کرو۔" سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ، إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهُ، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ» (صحيح بخارى، كتاب النكاح، باب المداراة مع النساء، وقول النبي ﷺ: «إنما المرأة كالضلع»: 5184-صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء: 1468)

"بلاشک عورت ٹیڑھی پسلی کے مانند ہے، اگر تُو اسے سیدھا کرنے لگے گا تو توڑ بیٹھے گا اور اگر تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق عورت کی پیدائش ٹیڑھی پسلی سے ہوئی ہے، اس بناء پر اس کے ساتھ اس ٹیڑھے پن کے ہوتے ہوئے ہی گزارا کیا جا سکتا ہے، اسے سیدھا کرنا یا سدھارنا سعی لاحاصل ہے کیونکہ فطری امور کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

خاوند کے حقوق

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، لِمَا عَظَّمَ اللهُ مِنْ حَقِّهِ عَلَيْهَا» (سنن ترمذى، أبواب النكاح، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة: 1159-إرواء الغليل للألباني:1998)

"اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، اس تعظیم کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے خاوند کے حق سے عورت پر لازم کی ہے۔"

سجدہ سوائے مسجودِ خلائق کے کسی کے لیے ہر گز جائز نہیں ہے بلکہ ایسا کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو اپنے خاوند کے آگے سجدہ ریز ہونے کا حکم فرماتا۔ اس فرمان سے خاوند کے مقام کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ عورت کو کس درجے تک اس کے حقوق کی ادائیگی کا پاس ولحاظ رکھنا چاہیے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانًا عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ» (صحيح بخارى، كتاب النكاح، باب إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها: 5193-صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها: 1436)

"جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ (آنے سے) انکار کر دے اور (وہ آدمی) اس سے ناراضگی کی حالت میں رات بسر کرے، تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔"

سیدنا حصین بن محصن انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ عَمَّتَهُ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَلَمَّا فَرَغَتْ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ؟.» قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ: «كَيْفَ أَنْتِ؟» قَالَتْ: مَا آلُوهُ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ، قَالَ: «انْظُرِي أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ؟ فَإِنَّهُ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ» (مسند أحمد: 341/4؛ مستدرك حاكم: 189/2- سلسلة الأحاديث الصحيحة: 2612)

"ان کی (یعنی حصین کی) پھوپھی نے انہیں بتلایا کہ وہ کسی کام کی غرض سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، جب وہ فارغ ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تمہارا خاوند ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم کیسی ہو (یعنی

اپنے خاوند کے ساتھ تمہارا رویہ کیسا ہے؟) انہوں نے کہا: میں اس کی اپنی عجز کی انتہا تک پرواہ نہیں کرتی، آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے اپنے مقام کو پہچانو (یعنی اس کے حقوق کا خیال رکھو)، کیونکہ وہ تیری جنّت اور تیری جہنم ہے۔"

عجز کی انتہاء سے مراد یہ ہے کہ میں اس کا بہت زیادہ خیال نہیں رکھتی بلکہ مناسب سی دیکھ بھال کرتی ہوں، تو آپ ﷺ نے اسے ناکافی سمجھتے ہوئے فرمایا کہ وہ تیری جنت اور جہنم ہے، یعنی اگر تُو اس کے حقوق کو احسن انداز سے ادا کرے گی تو جنت کی حقدار ٹھہرے گی اور اگر اس کے حقوق کا خیال نہیں رکھے گی تو جہنم میں بھی جاسکتی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَمَا أَنْفَقَتْ عَنْ كَسْبِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ، فَإِنَّ نِصْفَ أَجْرِهِ لَهُ» (صحيح بخاری، کتاب النكاح، باب لا تأذن المرأة في بيت زوجها لأحد إلا بإذنه: 5195)

"عورت کا خاوند جب (گھر میں) موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہیں رکھ سکتی، نہ ہی وہ اس کے گھر میں موجود ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر (کسی کو گھر آنے کی) اجازت دے سکتی ہے، اور عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کی اجازت کے بغیر جو بھی (راہِ خدا میں) خرچ کرے اس کا آدھا ثواب خاوند کو بھی ملے گا۔"

اس سے مراد نفلی روزہ ہے فرضی نہیں، کیونکہ فرائض کی ادائیگی میں کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی، اور مال خرچ کرنے کے بارے میں بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر صرف اس مال سے خرچ کر سکتی ہے جو خاوند نے اسے اس کے خرچے وغیرہ کے لیے دیا ہو۔

☆☆☆

زندگی ایک جنگ ہے، اس جنگ میں فتح پانے کے 7 طریقے

ہر صبح جب آپ آنکھ کھولتے ہیں تو ایک جنگ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اس جنگ میں ایک قوت یہ چاہ رہی ہوتی ہے کہ آپ خود اپنی زندگی کا بہترین ورژن ہوں اور دوسری چاہتی ہے کہ آپ بدترین ورژن بن جائیں۔ ان قوتوں میں سے کچھ اندرونی ہیں اور کچھ بیرونی۔ یہ قوتیں ہر وقت ایک دوسرے سے محوِ جنگ رہتی ہیں اور کوشش کرتی رہتی ہیں کہ آپ پہ غلبہ پا کے اپنا ساتھی بنالیں۔ اور ہر دن آپ اپنے عمل کے ذریعے دونوں میں سے ایک قوت کو مضبوط تر کرتے چلے جاتے ہیں۔ اپنی زندگی کو جنگ کے طور پہ سوچنا کچھ عجیب ضرور ہے۔ تاہم یہ ایک طاقتور استعارہ ہے جو آپ کی ذاتی ترقی (پرسنل ڈیویلپمنٹ) اور بہتری میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ ایک جنگ سے واپس لوٹ رہے تھے، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "ہم نے چھوٹا جہاد ختم کیا اب ہم بڑا جہاد شروع کرنے جا رہے ہیں۔" آپ ﷺ نے بتایا کہ باہر کے دشمن سے جنگ چھوٹا جہاد ہے جبکہ خود سے جنگ کرنا بڑا جہاد ہے۔

جب آپ جنگ کرتے ہیں تو دو میں سے ایک نتیجہ ممکن ہوتا ہے۔ یا تو جیت آپ کے قدم چومے گی یا پھر ہار مقدر ٹھہرے گی۔ کوئی بھی انسان ہار نہیں چاہتا، اس لیے ہم آپ کے سامنے اس جنگ کو جیتنے کے سات طریقے بتانے جا رہے ہیں:

1۔ جنگ سے قبل رات کو ہی خود کو تیار کیجئے

کوئی بھی آرمی بغیر کسی مناسب منصوبہ بندی کے میدانِ جنگ میں گھس نہیں سکتی۔ بالکل اسی طرح اگر آپ اپنی زندگی کی جنگ جیتنا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کے لیے منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔ خود سے سوال کیجئے: "میرے کل کو کون سی چیز مضبوط کرے گی۔" اپنی منصوبہ بندی میں آپ جتنا تفصیل میں جائیں گے اتنا ہی جیت کے زیادہ قریب ہوں گے۔

2۔ چھوٹی غلطیوں پر بھی نظر رکھیے

ہر جنگ میں غلط اقدام کے کچھ نتائج ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح خود سے جنگ کے دوران بھی چھوٹی سی غلطی کے نتائج ہوتے ہیں۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ صبح اٹھتے ہی فون تھام لینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو یاد رکھیے کہ آپ اپنے فوکس کی جنگ اگلے تین چار گھنٹوں کے لیے ہار چکے ہیں۔ اگر آپ کا ناشتہ موبائل فون سے ہو رہا ہے تو آپ اپنے انرجی لیول کی جنگ ہار رہے ہیں۔ محتاط رہیے۔

3۔ جنگ تو چالبازی ہے

جنگ میں کامیابی کے لیے بسا اوقات دشمن کو چکمہ دینا پڑتا ہے۔ بالکل اسی طرح کئی دفعہ آپ کو خود کو چکمہ دینے اور کچھ سمارٹ فیصلے لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پہ، خود سے کہیے کہ میں صرف 5 منٹ کی مارننگ واک کے لیے جا رہا ہوں۔ اور پھر جب آپ نے گھر سے باہر قدم رکھ دیا تو اس واک کو 30 منٹ تک پھیلا دیجئے۔

4۔ دوسروں سے سیکھیے

ایک اہم اصول یہ ہے کہ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ اس میں کچھ کوتاہیاں ہیں اور کوئی ایسا ہے جو اسے کچھ نیا سکھا سکتا ہے تو ضرور اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔ اگر آپ ایک طویل مدت سے کسی بری عادت کو اپنائے ہوئے ہیں تو دوسروں سے سیکھیے کہ انھوں نے کیسے اس بد عادت سے چھٹکارا پایا۔

5۔ ہارنے کے بعد کبھی مایوس مت ہوں

کچھ جنگوں میں جیت ہوتی ہے کچھ میں ہار۔ جب کبھی آپ جنگ ہار جائیں، اپنے زخموں کو بھلائیے اور اگلے دن اپنے بہترین ورژن کے لیے میدان میں آجائیے۔

6۔ جیتنے پہ غرور کو پاس مت آنے دیجیے

اگر آج کا دن آپ نے اچھا اور عمدہ گزار لیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ہمیشہ کے لیے پرفیکٹ ہو گئے ہیں۔ عاجزی و انکساری اپنائیے۔ اور محنت کا دامن مت چھوڑیے۔

7۔ یقین رکھیے

زندگی کی مشکلات کا سامنا ذرا مشکل ہو سکتا ہے۔ آپ جنھیں کنٹرول کر سکتے ہیں توجہ صرف انھی پہ رکھیے۔ اور یقین رکھیے باقی خود ٹھیک ہو جائیں گی۔ ہر دن کے آخر پہ خود سے سوال کیجئے: کیا آج میں زندگی کی جنگ جیتا ہوں؟ اگر جواب ہاں میں ہو تو شکر ادا کیجئے اور اپنی کارکردگی یونہی جاری رکھیے۔ اگر جواب نہ میں ہو تو ذرا رک کے سوچیے کہ میں کل کا دن زیادہ بہتر کیسے بنا سکتا ہوں۔ (ڈاکٹر عمران اسلم)

کمپنی کے لیے بحیثیت ایڈوائزر کام کرنا

سوال: میں کئی کمپنیوں کے لیے کام کرتا ہوں جو سفر وسیاحت کا کاروبار کرتی ہیں، میرا کام یہ ہے کہ میں ان کے کاروبار کو مزید ترقی دینے کے لیے ان کے بارے میں اعلیٰ درجے (یعنی پانچ ستاروں کے گریڈ کے برابر) رپورٹ لکھوں تاکہ لوگ ان کمپنیوں کی طرف رجوع کریں۔ مجھے اب اس بات کا احساس ہو چکا ہے کہ یہ کام غلط ہے، کیونکہ اس کی بنیاد دھوکہ دہی پر ہے اور مجھے اس کی خاطر چند مجہول قسم کی ویب سائٹس کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

اب میں مندرجہ ذیل طریقے سے اپنے کام کو سدھارنا چاہتا ہوں کہ اعلیٰ درجے کی رپورٹ صرف اتنی کمپنیوں کے لیے لکھوں جو قانونی طور پر کام کر رہی ہیں اور اپنے صارفین کے لیے واقعی اعلیٰ درجے کی سہولیات بہم پہنچا رہی ہیں، لیکن ویب سائٹس پر اب بھی میری کچھ مشتبہ قسم کی رپورٹیں موجود ہیں۔ میں اس کام پر اس لیے بھی مجبور ہوں کہ میرے والد کچھ عرصہ پہلے ہی ریٹائر ہوئے ہیں، میری عمر اٹھارہ سال کی ہے اور میرے خاندان کے پاس اور دوسرا کوئی ذریعہ آمدن نہیں ہے، میں نے اس کام سے چند ماہ میں تین ہزار ڈالر کمائے ہیں۔ برائے مہربانی میری رہنمائی کریں!

جواب: سائل خود اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ اس کا کام دھوکہ دہی پر مشتمل ہے اور مقصود یہ ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ ان کمپنیوں کی طرف رجوع کریں۔ یہ کام تو پھر جھوٹی گواہی کے ضمن میں آتا ہے جو کہ گناہ کبیرہ ہے بلکہ ان گناہوں یعنی کبائر میں بھی سب سے بڑے گناہوں میں سے ہے۔

سائل نے اس کام کو چھوڑ کر بالکل درست اقدام کیا ہے، اسے رپورٹ لکھنے میں سچائی کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہیے، چاہے اسے نفع ہو یا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا 0 وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾(سورۃ الطلاق:2-3)

”اور جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کیلئے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔“

اور سائل کو کثرت سے استغفار کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کثرت سے استغفار کرنے والوں کے لیے خیر کثیر کا وعدہ کیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ﴾ (سورۃ ھود:3)

”اور اپنے رب سے (گناہوں کی) معافی مانگتے رہو اور پھر اس کی طرف (بطریق توبہ) رجوع کرتے رہو، اللہ تمہیں ایک معلوم وقت تک بہترین ساز وسامان مہیا کرتا رہے گا اور ہر صاحب فضل کو اپنے فضل سے نوازتا رہے گا۔“

اسے چاہیے کہ جو کچھ پہلے وہ کرتا رہا ہے اس کی حتی الامکان اصلاح کرتا رہے، تاکہ دوسرے لوگ مزید گمراہی کا شکار نہ ہوں۔

ایسا کام قطعاً جائز نہیں جس میں حقیقت کو چھپایا گیا ہو، کسی چیز کو ایسے بیان کیا گیا ہو جو اصل واقع کے اعتبار سے درست نہ ہو، اس میں کمی اور زیادتی کی گئی ہو اور جس سے صارفین یا کمپنی کو نقصان ہونے کا خدشہ ہو۔

(فتویٰ کونسل یورپ)

ایسی کمپنی میں کام کرنا جس میں سود کا شائبہ ہو!

سوال: مجھے ایک ایسی کمپنی میں کام کرنے کا موقع مل رہا ہے جو انٹرنیٹ پر مشاورتی عمل سے متعلق ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ میں صارفین کو اقتصادی ٹیکنیکل منصوبوں سے متعلق (IT) کے اسرار و رموز میں مشورہ دوں، اس میں بنک بھی آجاتے ہیں اور اس میں فوریکس (FOREX) یعنی غیر ملکی کرنسی کے تبادلے کی موجودہ تجارت بھی آجاتی ہے اور کرنسی کے تبادلے کے کام میں بعض دفعہ سود پر مبنی اندازے بھی لگانا پڑتے ہیں۔ میرا ابنیادی کام مینجمنٹ نوعیت کا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میرا تبادلہ ایسی نوعیت کے مشاورتی کاموں میں ہو جائے جہاں بنکوں سے معاملہ کرنا نہ پڑے۔ مجھے ایک غیر مالیاتی کمپنی میں کام کرنے کی دعوت بھی موصول ہوئی ہے لیکن اس کا میری خصوصی مہارت کے میدان سے تعلق نہیں ہے، معاہدہ بھی صرف 6 ماہ ہے اور اس کام میں مجھے کامیابی کی گارنٹی بھی نہیں ہے اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس مدت کے گذر جانے کے بعد میرے کنٹریکٹ کی تجدید بھی نہ ہو تو سوال یہ ہے کہ میں اپنے موجودہ کام کو جاری رکھوں یا یہ دوسرا عارضی کام قبول کر لوں؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان جو کام بھی کرے اسے بہترین انداز سے کرنے کی کوشش کرے۔ آپ کی پہلی والی ملازمت آپ کی اپنی مہارت کے میدان سے متعلق ہے جہاں آپ عمدگی سے کام کرنے کے اونچے درجے تک پہنچ سکتے ہیں اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض اوقات فوریکس سے منسلک بعض تجارتی معاملات میں آپ کو سود کا حساب وکتاب کرنا پڑتا ہے تو وہ کسی سودی کنٹریکٹ کو قبول کرنے کی طرح نہیں ہے، بلکہ

وہ صرف مشاورتی اور رہنمائی کی حد تک ہے اور اس لحاظ یہ کام آپ کے لیے دوسرے عارضی کام کے مقابلے میں بہتر ہے لیکن آپ اپنی اس ملازمت کے ساتھ ایسی ملازمت کو تلاش کرنے میں لگے رہیں جو ہر قسم کے شک وشبہ سے خالی ہو تاکہ آپ کو اطمینان قلب حاصل ہو، آپ کی روزی بالکل پاک ہو اور یوں اللہ کی رضا بھی حاصل رہے۔ واللہ اعلم (فتویٰ کونسل یورپ)

تیراکی کے لباس میں ٹیسٹ کرانا

سوال: جسمانی ورزش کرانے والی ایک خاتون کا سوال ہے کہ فی الوقت تیراکی سکھانے کے لیے ٹریننگ لے رہی ہے لیکن سرٹیفیکیٹ کے حصول کے لیے اسے تیراکی کا امتحان دینا ہوگا اور اس مقصد کے لیے اسے امتحانی کمیٹی کے سامنے تیراکی کے لباس ہی میں پیش ہونا ہوگا اور اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کردے تو اسے سرٹیفیکیٹ نہیں مل سکے گا اور اس کی ٹریننگ کے کئی سال بے کار چلے جائیں گے تو کیا وہ ایسا کر سکتی ہے؟

جواب: شریعت سے یہ بات تو صاف صاف ثابت ہے کہ ایک عورت کو اپنے ان اعضاء کو نامحرم لوگوں کے سامنے کھولنا نہیں چاہیے کہ جن کا چھپانے کا حکم ہے اور یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ آج کل کے تیراکی کا لباس صرف صنفی اعضاء کو ہی بمشکل چھپا پاتا ہے۔ گو سینہ ڈھکا ہوتا ہے پھر بھی یہ مختصر سا لباس ان اعضاء کے حجم کو واضح کرتا نظر آتا ہے اور باقی بدن تو بالکل برہنہ ہوتا ہے اور اس طرح بدن کی نمائش کرنا تو اجماعی طور پر بالکل حرام ہے، سوائے شوہر کے یا کسی ایسی اضطراری کیفیت سے نمٹنے کے لیے جس کا تعلق دین اور بدن کی حفاظت سے ہو۔

اب اگر وہ اس امتحان میں شریک نہ ہو تو زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟

یہ خاتون اس سرٹیفیکیٹ سے محروم ہو جائے گی جس کی بنیاد پر اسے کوئی ملازمت مل سکتی تھی اور یہ وہ نقصان ہے جس کا تعلق مال اور اس کی روزی سے ہے لیکن یہ اس نقصان کے برابر نہیں ہے جو عورۃ (یعنی عورت کے پوشیدہ مقامات) کو تیراکی کے لباس کی شکل میں ظاہر کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور علماء میں اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ نقصان (چاہے وہ ضرورت سے متعلق ہو یا حاجت سے) جو نسل اور عزت و آبرو سے متعلق ہے اس نقصان سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے جو مال کی حفاظت سے متعلق ہے اور اسے اس فقہی قاعدے سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اگر انسان کے سامنے دو برائیاں ہو تو وہ چھوٹی برائی کا ارتکاب کرلے تاکہ بڑی برائی سے بچ سکے۔

اور اس بنیاد پر ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آپ کے لیے یہ جائز نہیں کہ صرف ٹریننگ کی تکمیل کا سرٹیفیکیٹ لینے کے لیے آپ امتحانی کمیٹی کے ممبران کے سامنے اپنے پوشیدہ مقامات کو ظاہر کریں۔

ہماری نصیحت ہوگی کہ آپ صبر کا مظاہرہ کریں، ثواب کی نیت رکھیں اور کسی ایسے کام کو تلاش کرتی رہیں جس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو، اللہ کا وعدہ ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے کوئی دوسرا راستہ کھول دیتے ہیں اور وہاں سے رزق عطا کرتے ہیں جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

ہم اس بات کی بھی نصیحت کریں گے کہ آپ وہ سارے قانونی ذرائع اختیار کریں جن سے آپ ایک جائز طریقے سے امتحان میں شرکت کر سکیں اور اور اپنا حق بھی حاصل کر سکیں اور اس حق کو حاصل کرنے کے لیے ایسے باوقار لباس کا انتخاب کیا جا سکتا ہے جو تیراکی کے لیے ہی بنائے گئے ہیں لیکن ان میں سارا بدن ڈھکا رہتا ہے۔

اور ہم متعلقہ حکام سے بھی عرض کریں گے کہ وہ یورپ میں مقیم مسلم اقلیات کے دینی جذبات کا خیال رکھیں اور اس بات میں مسلمانوں کی مدد کریں کہ وہ ان دونوں باتوں یعنی اپنے دین کے احکامات کو کماحقہ بجالانے اور دیار غرب میں دوسروں کے ساتھ باہمی مشترک اقامت کے تقاضوں کو ایک توازن کے ساتھ بجالانے میں کامیاب ہوسکیں۔ (فتویٰ کونسل یورپ)

زوال سے پہلے خطبہ جمعہ کا حکم

سوال: میں اپنے اسکول میں جمعہ کی نماز کا اہتمام کرتا ہوں، موسم سرما میں تو لنچ اوقات (سوا بارہ سے ایک بجے) تک جمعہ بآسانی ہو جاتا ہے لیکن موسم گرما میں ظہر کی اذان کا وقت لنچ کے بعد ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہم نماز نہیں پڑھ پاتے، کیا یہ ہمارے لیے جائز ہوگا کہ ہم لنچ سے قبل خطبہ اور نماز جمعہ ادا کرلیں کیونکہ ظہر کا وقت ان دنوں سوا ایک کے قریب شروع ہوتا ہے: جس کے بعد ہماری کلاسز شروع ہو جاتی ہیں۔

جواب: بہتر تو یہی ہے کہ اگر آپ حضرات وقت پر جمعہ کی نماز ادا کریں اور اسکول کی انتظامیہ کو کلاسوں کے اوقات میں ردوبدل کرنے پر آمادہ کر سکیں، لیکن اگر ایسا نہ ہو سکے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق جمعہ کا خطبہ اور نماز زوال سے قبل بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ بطور دلیل انہوں نے سیدنا عبد اللہ بن سیدان السلمی کی یہ روایت پیش کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی ہے، ان کا خطبہ اور نماز نصف النہار سے قبل ہو جایا کرتی تھی، پھر میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی ہے اور ان کا خطبہ اور نماز نصف النہار تک ہو جایا کرتی تھی، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی ہے جو کہ زوال کے بعد ہوتا تھا اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے اسے معیوب جانا ہو یا اس پر نکیر کی ہو۔ (بروایت امام احمد اور الدار قطنی)

اور اسی طرح کی روایت سیدنا ابن مسعود، سیدنا جابر، سیدنا سعید اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم سے بھی کی گئی ہے کہ انہوں نے جمعہ کی نماز زوال سے قبل پڑھی تھی۔ (بحوالہ نیل الاوطار: 259/3)

یوں کہا جا سکتا ہے کہ زوال سے قبل اس کی ادائیگی ایک رخصت کے طور پر ہے اور زوال کے بعد تو وہ واجب ہے لیکن زوال کے بعد افضل ہے جیسا کہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ زوال شمس کے بعد ادا کیا کرتے تھے اور پھر ہم سائے کے پیچھے پیچھے آتے تھے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

زوال سے پہلے اس لیے بھی جائز ہے کہ جمعہ کا دن یوم عید ہے اور اسے عیدین کے وقت میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ (ڈاکٹر صہیب حسن)

جو شخص بھی اپنی جھوٹی شان اور بڑائی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ "متکبر" بن جاتا ہے پھر اس کے بعد اپنی بڑائی اور برتری کے سواء اسے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا یہاں تک کہ اگر اس کے سامنے حق پیش کر دیا جائے تو بھی اس کے آگے اپنے کو جھکا دینے پر آمادہ نہیں ہوتا بلکہ اسے اپنی حیثیت سے گری ہوئی چیز سمجھ کر ٹھکرا دیتا ہے۔ پھر اسی طرح جباریت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کسی پر اپنا فضل و کرم کرتے ہوئے ہر طرح کی قوت و طاقت سے نوازتا ہے تو وہ اپنے منعم کو فراموش کر دیتا ہے اور اپنی طاقت کا غلط استعمال کرتے ہوئے جباریت کے اعمال اختیار کرتا ہے اور ایسے شخص کے نزدیک شریعت الٰہیہ کی پابندیاں کوئی وزن نہیں رکھتی بلکہ اسے قبول کرنے سے فراری اس کا طرہ امتیاز بن جاتا ہے حالانکہ تکبر تو خالق کائنات کو زیب دیتا ہے اور اسی طرح جبار کی صفت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے۔ کائنات میں اولین طور پر اللہ کے آگے تکبر کا اظہار کرنے والا ابلیس ہے جو کہ اللہ نے اس پر قیامت تک کیلئے لعنت فرمادی ہے، قرآن اس کا ذکر یوں کرتا ہے۔

ابی واستکبر وکان من الکفرین یعنی ابلیس نے انکار کیا، بڑائی میں مبتلا ہو کر گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کا مرض اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور گھمنڈ میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ ابلیس اپنے کو بڑا اس لے سمجھا کہ اللہ نے اسے آگ سے بنایا اور جس چیز (آدم علیہ السلام) کو سجدہ کرنے کیلئے کہا جارہا ہے یہ مٹی سے بنائے گئے ہیں اور آگ مٹی سے اونچی چیز ہے، اس طرح اس کے دماغ میں تکبر کی ہوا بھر گئی اور اپنے مالک کی نافرمانی کر بیٹھا۔

تکبر کی مذکورہ کیفیت صرف ابلیس تک محدود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کے ذریعہ انسانوں کو اپنے خلیفہ کی حیثیت سے دنیا میں جو پھیلایا ہے ان کے اپنے "نسیان" کی بناء پر ابلیس لعین کے بہکاوے میں آکر، متکبر بن جاتا ہے البتہ اس کی نوعیت الگ ہوتی ہے۔ مثلاً لوگوں سے منہ پھیر کر بات کرنا، زمین میں اکڑ کر چلنا، خود پسندی اور فخر جتانا اپنی چال میں اعتدال نہ رکھنا اور گلے پھاڑ کر بات کرنا اور اس طرح کی اور چیزیں ہیں جو تکبر کے مظاہر میں شامل ہیں، قرآن حکیم ان چیزوں کی مذمت کرتا ہے۔

سیدنا حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت فرمائی تھی اس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے۔ (جس کا خلاصہ یہ ہے) انہوں نے سب سے پہلے اپنے بیٹے کو اس بات کی نصیحت فرمائی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور یہ بات بھی بتلائی کہ اللہ ہر پوشیدہ سے پوشیدہ چیز سے باخبر، رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز اس کی نگاہ سے چھپی ہوئی نہیں ہے، اس طرح خوف خدا اور اعمال کی جوابدہی کا احساس دلانے کے بعد ایک اور نصیحت یوں فرماتے ہیں، بیٹا نماز قائم کر، نیکی کا حکم کر اور بدی سے منع کر اور ہر مصیبت کے موقع پر صبر کا دامن پکڑے رکھ اور آگے اعمال متکبر سے اپنے بیٹے کو بچانے کیلئے مزید تاکید یوں کرتے ہیں، اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز ذرا پست رکھ، سب آوازوں سے بری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔ (سورۃ لقمان)

سیدنا حکیم لقمان کی نصیحت اور تاکید پر غور کرنے اور اپنے اطراف کے ماحول پر نگاہ ڈالنے سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ موجودہ دور کے معاشرے کے اندر بھی وہ تمام باتیں موجود ہیں جو اصلاح طلب ہیں۔

منہ پھیر کر بات کرنا تکبر کے مظاہر میں سے ہے جس شخص کے اندر یہ بیماری ہوتی ہے وہ سامنے والے سے گفتگو کرتے وقت اس پر نظر التفات نہیں ڈالتا اور اسے کمتر جانتے ہوئے خاطر میں نہیں لاتا۔ اس سلسلہ میں ارشاد نبی ﷺ یوں آیا ہے:

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جنت میں وہ شخص داخل نہ ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر و غرور ہو گا۔"

اور اس حدیث میں یہ بات بھی شامل ہے کہ "کبر تو حق کے مقابل میں اترانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔ علاوہ ازیں زمین میں اکڑ کر چلنا بھی کبر میں شامل ہے، آدمی کے اندر یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کے دماغ میں اپنی بڑائی و بزرگی کا بت بیٹھ جاتا ہے اور اپنی اس خود ساختہ شان کے اظہار کیلئے اپنی چال میں اکڑ اور اتراہٹ پیدا کرتے ہوئے لوگوں میں نمایاں طور پر بڑائی محسوس کروانے کیلئے وہ سب کام کر گذرتا ہے جو ایک بندۂ مومن کو زیب نہیں دیتا۔ سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"وہ زمین پر نرم چال چلتے ہیں۔" (سورۃ الفرقان:63)

صاحب تفسیر، تفہیم القرآن نے اس سلسلہ میں دل کو چھو لینے والی تشریح فرمائی ہے وہ لکھتے ہی کہ "یعنی تکبر کے ساتھ اکڑتے اور اینٹھتے ہوئے نہیں چلتے، جباروں اور مفسدوں کی طرح اپنی رفتار سے اپنا زور جتانے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ ان کی چال ایک شریف اور سلیم الطبع اور نیک مزاج آدمی کی سی چال ہوتی ہے۔ "نرم چال" سے مراد ضعیفانہ اور مریضانہ چال نہیں ہے، اور نہ وہ چال ہے جو ایک ریاکار آدمی اپنے انکسار کی نمائش کرنے یا اپنی خدا ترسی کا مظاہرہ کرنے کیلئے تصنع سے اختیار کرتا ہے۔ نبی ﷺ خود اس طرح مضبوط قدم رکھتے ہوئے چلتے تھے کہ گویا نشیب کی طرف اتر رہے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ انہوں نے ایک جوان آدمی کو مریل چال چلتے دیکھا تو روک کر پوچھا کیا تم بیمار ہو؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دُرہ اٹھا کر اسے دھمکایا اور بولے قوت کے ساتھ چلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نرم چال سے مراد ایک بھلے مانس کی سی فطری چال ہے نہ کہ وہ بناوٹ سے منکسرانہ بنائی گئی ہو یا جس سے خواہ مخواہ کی مسکنت اور ضعیفی ٹپکتی ہو۔" "پس آیت کا مدعا یہ ہے کہ رحمان کے بندوں کو تو تم عام آدمیوں کے درمیان چلتے پھرتے دیکھ کر ہی بغیر کسی سابقہ تعارف کے الگ پہچان لوگے کہ یہ کس طرز کے لوگ ہیں، اس بندگی نے ان کی ذہنیت اور ان کی سیرت کو جیسا کچھ بنادیا ہے اس کا اثر ان کی چال تک میں نمایاں ہے۔ ایک آدمی انہیں پہلی نظر میں جان سکتا ہے کہ یہ شریف اور حلیم اور ہمدرد لوگ ہیں، ان سے کسی شر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ (جلد سوم صفحہ 462)

تکبر کے سلسلہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہمارے سامنے یوں آتی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میر اازار (تہ بند) ہے پس جو شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی مجھ سے چھیننا چاہے تو میں اسے دوزخ کی آگ میں ڈالوں گا۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ

"میں اسے دوزخ کی آگ میں پھینک دوں گا۔" (صحیح مسلم)

حقیقت یہ ہے کہ کبریائی بڑائی و بزرگی صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی عظیم صفات میں سے ہے اور بندوں کو جو چیز زیب دیتی ہے وہ ہے عجز و انکساری اور خدائے تعالیٰ کے احکام کے آگے ہر وقت اپنی گردن کو جھکائے رکھنا اور اسی طرح فخر جتانا خود پسندی میں مبتلا ہو جانا بھی ایک، مسلمان کی شان کے خلاف بات ہے۔ قرآن حکیم میں آیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی گھمنڈ کرنے والے اور فخر کرنے والے کو "مختال فخور"

مختال: اس متکبر کو کہتے ہیں جس میں تکبر کے علاوہ خود پسندی کا عیب بھی پایا جاتا ہو۔

علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ نے اس لفظ کی تشریح کے ضمن میں ابو اسحق کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: "یعنی مختال اس لاف زنی کرنے والے نادان کو کہتے ہیں جو اپنے غریب رشتہ داروں سے نفرت کرتا ہے اور مفلس پڑوسیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتا۔"

فخور: مبالغہ کا صیغہ ہے بہت اترانے والا۔ فخر کرنے والا خصوصاً وہ شخص جو ایسی چیزوں پر فخر کرے جو اس کے ذاتی کمالات سے نہیں، بلکہ خارجی امور کی بناء پر اترائے مثلاً دولت، جاہ و منصب وغیرہ۔ (ضیا القرآن)

بیہقی فی شعب الایمان سے ایک روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہمیں ملتی ہے جس میں خود پسندی کو نبی کریم ﷺ نے سب سے بڑھ کر سنگین اور مہلک قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد فاروق خان صاحب اپنی معروف تالیف "کلام نبوت میں خود پسندی کی مختصر مگر جامع تشریح فرمائی ہے وہ تحریر کرتے ہیں کہ "ایک تو خود پسندی بذات خود ایک نہایت گھناونی چیز ہے۔ دوسرے یہ کہ جس کسی شخص کے اندر خود پسندی کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے اس کی اصلاح کی امید بہت کم کی جاسکتی ہے۔ خود پسندی ایک ایسا فریب ہے جس کے جال سے نکل پانا حد درجہ دشوار اور مشکل ہوتا ہے خود پسندی میں مبتلا شخص کیلئے ہدایت کی راہیں عام طور پر مسدود ہوتی ہیں۔ وہ اپنی غلطیوں پر متنبہ نہیں ہوتا۔ نہ اس کے اندر کچھ جاننے اور سمجھنے کی طلب اور تڑپ باقی رہتی ہے۔

جسمانی توانائی یا صحت ہو یا مال و دولت یا اپنے زہد و تقویٰ کا زعم، وہ ان ہی پر نازاں ہوتا ہے اور یہی کبر اور خود پسندی اس کے جینے کا نفسیاتی سہارا بن جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اس کی اصلاح کا کام کتنا دشوار اور مشکل ہوتا ہے اس کا اندازہ ہر صاحبِ فکر و نظر بآسانی کر سکتا ہے۔ (443-442/1)

سامنے والے کو ذلیل کرنے محفل میں دھونس جمانے کیلئے اور سامعین پر رعب ڈالنے کی نیت سے خوب زور زور سے چیخنا چلانا اور اپنا گلا پھاڑنا یہ بھی تکبر کی نشانیوں میں سے ہے اور یہ ساری چیزیں قابل اعتراض ہیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ جو خالق کائنات ہے، رب اعلی عظیم ہے جس کے قبضہ قدرت میں سارا عالم ہے وہ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ

"زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو، نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔" (بنی اسرائیل:37)

حاصل کلام

قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ بات ہمارے سامنے

آتی ہے کہ گذری ہوئی قوموں میں سے جنہوں نے بھی تکبر کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دیا، ان میں کسی کو اپنی طاقت و قوت کا گھمنڈ تھا کسی کو اقتدار کا اور کسی کو مال و دولت اور اپنی کوٹھیوں و محلات پر ناز تھا اور کوئی اس میں اتنا کچھ آگے بڑھ گیا کہ خدائی دعویٰ کر بیٹھا۔ اللہ کا عذاب جب نازل ہوا تو ان کی یہ ساری چیزیں کچھ کام نہ آئیں۔

موجودہ معاشرے میں بھی تکبر، غرور و گھمنڈ کی کیفیت پائی جاتی ہے، اللہ نے تھوڑا بہت مال سے کیا نواز دیا بس اسی کے ذریعہ سے تکبر کیا جاتا ہے، تکبر کی مختلف صورتیں ہیں جو لوگوں کو اللہ کی ناراضگی کی طرف لے جاتیں ہیں، کسی کو حسن و جمال پر فخر ہے تو کسی کو حسب نسب کا نشہ چڑھا ہوا ہے کسی کو علم کا گھمنڈ ہے تو کسی کو زہد و تقوی کے زعم نے کبر میں مبتلا کر دیا، کوئی اپنی آواز کے ذریعہ اس کا اظہار کرتا ہے تو کوئی اپنی تقریر سے تکبر ظاہر کرتا ہے، کسی کو اپنے بازوں کی مضبوطی پر تو کسی کو اپنی اولاد نرینہ پر فخر وگھمنڈ نے متکبر بنا ڈالا علاوہ اس کے کرسی، صدارت، اقتدار کے ذریعہ سے بھی آدمی تکبر کا اظہار کرتا ہے اور اس کے آگے یہ بھی ہوتا ہے کہ آدمی جبار بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جباروں ومتکبروں کو ہر گز پسند نہیں فرماتا کیونکہ بزرگی وبڑائی، کبریائی وشان وشوکت اور عظمت یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی چادر اور اس کا ازار ہے اور جو کوئی اسے پہنے اور اوڑھنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ متکبر ٹھہرے گا اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومن میں، متکبروں کے سلسلہ میں یہ صاف اعلان کر چکا کہ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ پس بہت ہی برا ٹھکانا ہے متکبروں کا! غرض کہ استکبار کرکے آدمی خدائے تعالیٰ کے غضب میں گھر جاتا اور آخرت میں بھی نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو کر جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو غرور و تکبر سے محفوظ رکھے آمین۔

☆☆☆

خطبہ جمعہ کا اثر۔۔۔!!!

مولانا فضل حق ہاشمی بتاتے ہیں:

میں جب بھی میانوالی سے لاہور جاتا تو گوجرانوالہ میں رک کر مولانا اسماعیل سلفی کی اقتدا میں جمعہ پڑھ کر لاہور کی طرف روانہ ہوتا۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس صرف جمعہ ادا کرنے کا وقت ہوتا تھا۔ اس لیے نماز کے فوراً بعد حضرت سلفی کو ملے بغیر لاہور نکل جایا کرتا۔ ایک دن مسجد میں داخل ہوا تو مولانا سلفی نے دوران خطبہ ہی کہا: "فضل حق! نماز کے بعد مجھے مل کر جانا۔

مولانا ہاشمی کہتے ہیں کہ جمعہ کے بعد حضرت سلفی کو ملنے بیٹھا تو پوچھنے لگے:

"تم اکثر نظر آتے ہو، لیکن ملے بغیر ہی نکل جاتے ہو؟"

میں نے کہا: جمعہ کے بعد ٹرین کی وجہ سے فوراً نکلنا پڑتا ہے، اس لیے رک نہیں پاتا اور ملاقات کے بغیر ہی چلا جاتا ہوں۔ مولانا سلفی پوچھنے لگے:

"اگر لاہور ہی جانا ہوتا ہے تو پھر گوجرانوالہ کیوں رکتے ہو؟"

مولانا ہاشمی کہنے لگے آپ کے ساتھ جمعہ پڑھنے کی خاطر رک جاتا ہوں، پوچھا: یہاں جمعہ پڑھنے کا اس قدر اہتمام کیوں کرتے ہو؟ کہنے لگے: آپ کے پاس ایک جمعہ پڑھ لیتا ہوں تو کئی ہفتے میری طبیعت پر اس کا اثر باقی رہتا ہے!

مولانا سلفی یہ سن کر فرمانے لگے:

"اگر تم لاہور جاکر مولانا داود غزنوی کے پیچھے جمعہ پڑھا کرو تو یہ اثر کئی مہینے باقی رہے گا۔"

مولانا ہاشمی کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تو سوچنے لگا کہ آپ کسر نفسی کی بنا پر ایسا کہہ رہے ہیں، لیکن جب میں نے یہ تجربہ کیا تو واقعتاً مولانا غزنوی کی اقتدا میں پڑھے گئے جمعہ کا اثر کئی مہینے مجھ پر باقی رہا کرتا تھا۔

[خطبات مولانا محمد اسماعیل سلفی، حافظ شاھد رفیق، ص22]

☆☆☆☆

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

قال ابن مسعود رضي الله عنه: من الجفاء أن تسمع المؤذن، ثم لا تقول مثل ما يقول.

(مصنف ابن أبي شيبة: 2383)

"بڑی بے مروتی ہے کہ تم موذن کی آواز سنو اور پھر اس کے ساتھ اذان کے کلمات نہ دہراؤ!"

☆☆☆

درود پڑھیے اور کثرت سے پڑھیے

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود نہ پڑھتا ہو۔"

(لقاء الباب المفتوح:243)

☆☆☆☆

رمضان المبارک کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل فرمایا، جس کی تکمیل 23 سالہ دورِ نبوت میں ہوئی، قرآن مجید انسانیت کی رہنمائی وہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے، یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل اور شکر واحسان ہے کہ اس نے مسلم امت کو حاملین قرآن ہونے کا شرف بخشا ہے، یہ عظیم اعزاز کے ساتھ ساتھ ذمہ داری کا بوجھ بھی ہے، اس بوجھ کو ملت اسلامی کا ہر فرد اٹھائے گا کسی کو چھٹکارا نہیں۔ مسلمان جو حاملین قرآن ہیں، ان کا فریضہ ہے کہ اس کو پڑھیں، اس پر غور وتدبر کریں اور اس پر عمل کریں، اپنے آپ پر اس کو نافذ کر کے قرآن کا عملی نمونہ بنیں اور دیگر اقوام و ملل تک اس کا پیغام پہنچائیں، یہی ذمہ داری شارع قرآن رسول اللہ ﷺ نے ادا کی، آپ کے بعد آپ کے صحابہ نے ادا کی اور قیامت تک ملت کا ہر فرد یہی ذمہ داری ادا کرے گا۔ اس کا مکمل فائدہ ملت ہی کو حاصل ہو گا۔ اگر حاملین قرآن نے اپنی ذمہ داریوں سے روگردانی کی تو وہ ذلیل ورسوا کر دیئے جائیں گے، بزدل بنادئے جائیں گے، اغیار کا خوف ان کے دلوں میں ڈال دیا جائے گا، یہ پر اثر انقلاب آفریں کلام قوم وملت کے لئے بے اثر ہو جائے گا۔ وہ حاملین قرآن تو رہیں گے لیکن ان میں روح و جان نہیں رہے گی جیسے فی زمانہ ہماری زندگیاں ہیں۔

قرآن مجید کے پڑھنے سے دلوں کو سکون ملتا ہے اور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا ﴾(سورۃ الانفال:2)

”درحقیقت مومن وہ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر کانپ اٹھتے ہیں جب اللہ کی آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔“

لیکن امت مسلمہ نے قرآن سے ایمان بڑھانے کے بجائے ناچ گانے، سیٹیاں بجانا اور قوالی و غزلیات کی محفلوں سے اپنے دلوں کو سکون پہنچانا شروع کر دیا ہے، اسی لئے اب قرآن مجید ان کے دل پر اثر انداز نہیں ہو رہا ہے۔

قرآن مجید کا اثر انسان پر ایسا ہوتا ہے کہ اس پر خوف خدا طاری ہوجاتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل جاتے ہیں، چاہے قرآن کے سننے والے مسلمان ہوں کہ غیر مسلم ہوں، ہر سننے والے پر قرآن اثر انداز ہوتا ہے، جب مسلمانوں کا قافلہ ہجرت کر کے سرزمین حبشہ کو پہنچا اور شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم پڑھ کر سنائی تو حبشہ کا بادشاہ نجاشی رونے لگا، اتنا رویا کہ اس کی داڑھی بھیگ گئی کیونکہ اسے حق سمجھ میں آ چکا تھا، یہی بادشاہ جب وفات پایا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی، اسی طرح جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کی زبانی قرآن مجید سنا تو ان کے دل پر اس کا بڑا اثر پڑا اور آنکھ سے آنسو نکل گئے اور انہیں حق کی تفہیم ہوئی۔ اسی طرح مشرکین کے سفیر عقبہ بن ربیعہ نے رسول اللہ ﷺ سے مذاکرات کئے اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے اسے سورہ فصلت کی آیات پڑھ کر سنایا تو وہ اس قدر متاثر ہوا کہ کچھ جواب دیئے بغیر اٹھ کر چلا گیا اور سرداران قریش سے کہا کہ تمہیں میرا مشورہ ہے کہ محمد کو اس کے حال پر چھوڑ دو، واللہ! قرآن نہ شاعری ہے اور نہ کہانت ہے۔“ اسی طرح جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی باآواز بلند تلاوت کرتے تو مشرکین مکہ کی عورتیں، بچے سننے کے لئے ہجوم لگا دیتے۔ اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴾(سورۃ المائدۃ:83)

”اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو اس کے رسول کی طرف نازل ہوا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ شناسی کے اثر سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں اور وہ پکار اٹھتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔“

اسی لئے قرآن کا سننا عبادت بھی ہے اور دعوت تبلیغ کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔ ہم اپنے برادران وطن کو ایسی محفلوں میں مدعو کریں اور عمدہ تلاوت کرنے والے قاری حضرات کے ذریعہ انہیں قرآن سنائیں، یہ قرآن زبان جاننے والے اور زبان نہ جاننے والے ہر ایک پر اپنا اثر دکھاتا ہے۔ امت نے اس پہلو کو فراموش کر دیا ہے، آج بھی بعض مسلم ممالک میں اس طرح کی روحانی مجلسیں قائم ہوتی ہیں، جس کے سبب عوام الناس میں قرآن کے سننے، پڑھنے اور سمجھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس میں ایک واقعہ ذکر کیا

جاتا ہے کہ مصر کے فرمانروا جمال عبد الناصر جب روس کا دورہ کیا تو امراء ونظماء اور وزراؤں نے اسے کمیونزم اختیار کرنے کی دعوت دی اور اسلام کی کمزوری کا ذکر کیا اور کہا کہ اسلام کے پاس ہے کیا؟ سن کر وہ بڑا نادم ہوا اور اس کے اندر احساس پیدا ہوا۔ جب دوسری مرتبہ اسے روس جانے کا موقع ملا تو اس نے قاری عبد الباسط رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ لے گیا، اور سارے امراء ونظماء اور وزرائے روس کے سامنے تلاوت قرآن کی تلاوت فرمائی، قرآن سن کر سب حیرت زدہ رہ گئے اور اشکبار ہوئے۔ جب تلاوت مکمل ہوئی تو کہنے لگے کہ ہمیں یہ تو سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا پڑھا گیا ہے لیکن اس بات کا یقین ضرور ہوا ہے کہ ایک خدا ہے اور اس کے پیغام میں بہت اثر ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے رات خواب میں دیکھا کہ بادل سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور لوگ اسے اپنے ہاتھوں کے لپ میں لے رہے ہیں کوئی کم لیتا ہے کوئی زیادہ! سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد آپ پر قربان! واللہ! مجھے اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کی اجازت دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا، بتاؤ۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بادل تو اسلام ہے اور بادل سے ٹپکنے والا گھی اور شہد سے مراد قرآن مجید کی حلاوت اور شیرینی ہے اور کم یا زیادہ حاصل کرنیوالے سے مراد قرآن مجید کا کم یا زیادہ یاد کرنا ہے۔" (صحیح مسلم:5928)

جہاد کی بڑی وسیع تعریف ہے، ان سب میں سب سے بڑا جہاد یعنی جہاد اکبر قرآن مجید کے پیغام کو انسانیت تک پہنچادینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا﴾ (سورۃ الفرقان:52)

"(اے نبی) کافروں کی باتوں کو نہ مانو اور اس قرآن کے ذریعے ان کے خلاف بڑا جہاد کرو۔"

قرآن کوئی ہتھیار نہیں ہے بلکہ وہ پیغام امن ہے، وہ پیغام رُشد وہدایت ہے، اسی لئے مسلمان کا فریضہ ہے کہ قرآن کے پیغام کو غیروں تک پہنچائیں، یہی کام ہمارے ملک میں نہیں ہو رہا ہے۔ کئی دینی جماعتیں ہیں، مدارس و ادارے ہیں لیکن برادران وطن تک ان کی زبانوں میں تراجم کے ساتھ قرآن کی اشاعت کا فریضہ اس انداز میں ادا نہیں کیا جارہا ہے جس طرح اس کا حق ہے، وہ سرعت و تیزی نہیں ہے اسی لئے آج غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں، ہندوستان میں بسنے والے ہر مسلمان کو یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک سو کروڑ لوگوں تک قرآن کا پیغام ہمیں پہنچانا ہے ورنہ اللہ ہمیں نہیں بخشے گا۔ اغیار کی مسلم دشمنی اس بات کا سبب بھی ہے کہ ہم نے ان لوگوں تک قرآن کا پیغام نہیں پہنچایا۔ یہ بڑی بدنصیبی ہے مسلمانوں کی کہ اپنا لباس، اپنے عمدہ ومعیاری غذائیں غیر مسلموں تک پہنچا دیے، انھیں حلیم وہریس، بریانی و شیروانی کا عادی تو بنادیا لیکن ان تک اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ اگر ہم قرآن کا پیغام ان تک نہیں پہنچائیں گے تو نفرتیں، کدورتیں اور دشمنیاں وغلط فہمیاں اور بڑھیں گی۔

قرآن مجید کے پیغام اور اس کی تعلیمات کو پھیلنے سے کوئی بھی طاقت روک نہیں سکتی، یہ اللہ تعالیٰ کا عہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (سورۃ حم السجدۃ:42)

"باطل نہ آگے سے اس قرآن پر حملہ آور ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، یہ نازل کردہ ہے اس کی طرف سے جو حکمت والا ہے اور تعریف کے لائق ہے۔"

آج ساری دنیائے کفر چاہے وہ یہودی ہوں یا نصاری یا شوشلسٹ ہوں یا کمیونسٹ سب کے سب اپنے اپنے ممالک میں قرآن پر پابندی لگا رہے ہیں اور قرآن کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں، ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ کامیاب ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ ایسے میں مسلم ممالک کا فریضہ ہے کہ وہ پوری طاقت کے ساتھ قرآن کے پیغام کو ان ممالک تک پہنچائیں لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلامی ممالک میں سوائے سعودی عرب کے کوئی بھی قرآن کی اشاعت کا کام نہیں کر رہا ہے، سعودی حکمت نے قرآن مجید کی اشاعت کا پریس قائم کیا اور دنیا کی 38 سے زائد زبانوں میں اس کی اعلیٰ معیار پر اشاعت کر رہا ہے اور قرآن مجید کو ان ممالک میں مفت تقسیم کیا جارہا ہے یہ کام ہر مسلمان ملک وادارے کو کرنا چاہئے۔

مسلمانوں کا عروج قرآن مجید کو تھامنے کی وجہ سے ہے اور مسلمانوں کا زوال وتباہی قرآن مجید کو چھوڑنے کی وجہ سے ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إن اللهَ يَرفعُ بهذا الكِتابِ أقْواماً ويَضَعُ به آخَرِينَ»

"بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعہ بعض لوگوں کو غلبہ اور عروج عطا فرماتا ہے اور بعض لوگوں کو ذلیل ورسوا کرتے ہیں۔" (صحیح مسلم:1897)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یقیناً اس قرآن کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں۔ اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا، اور اسے تھامنے کے بعد کبھی ہلاک ہوں گے نہ گمراہ ہوں گے۔" (صحیح الجامع الصغیر للطبرانی:34)

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑے جارہاہوں کہ اگر ان پر عمل کروگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔"(حاکم ام الجامع الصغیر:2937)

ہم مسلمانوں کواپنے عروج وزوال کی تاریخ پر غور کرنا ہے جب تک ہم قرآن تھامے رہے عروج پر رہے اور جب ہم نے قرآن چھوڑ دیا توروبہ زوال ہوئے۔ اسی لئے شاعر مشرق اقبال نے کہاتھا:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

دنیا کی زندگی میں بھی باعزت جینا ہے اور دنیا سے رخصت ہونے کے بعد قبر کی زندگی میں بھی آرام و سکون حاصل کرنا ہے۔ ان دونوں زندگیوں کی کامیابی کے لئے قرآن مجید کو تھامنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے، قبر کے تین سوالوں کے جوابات قرآن مجید کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کے سبب دیئے جائیں گے، جس مسلمان نے نہ قرآن کو پڑھا اور نہ سمجھا اور نہ اس پر عمل کیا اس کے لئے سوالات کا یہ مرحلہ مشکل ہو جائے گا۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قبر میں مومن آدمی کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اسے بٹھادیتے ہیں اور پوچھتے ہیں، تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے:"میرا رب اللہ ہے" پھر وہ پوچھتے ہیں: "تیرا دین کونسا ہے؟" وہ کہتا ہے:"میرا دین اسلام ہے" پھر وہ پوچھتے ہیں:"تمہارے درمیان جو شخص نبی بنا کر بھیجا گیا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" وہ جواب دیتا ہے: " وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں" فرشتے پوچھتے ہیں:"تمہیں یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟" وہ آدمی کہتا ہے:"میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔"(سنن ابوداؤد:3979)

سب سے بہترین تعلیم قرآن مجید کی ہے اور سب سے بہترین معلم قرآن مجید کا ہے اور سب سے بہترین طالب علم قرآن سیکھنے والا ہے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خَيرُكُم من تعلّمَ القرآنَ وعلّمَهُ»

"تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور قرآن سکھائے۔"(صحیح بخاری:5027)

قرآن مجید سیکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ سکینت نازل فرماتے ہیں، ان پر اللہ کی رحمت سایہ فگن ہوتی ہے، فرشتے ان کے ارد گرد احتراماً کھڑے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فخریہ طور پر فرشتوں میں کرتا ہے۔ قرآن مجید کا علم سیکھنا دنیا میں خیر و برکت کا باعث ہے، قرآن مجید کا علم تمام عبادات سے افضل ہے، زمین و آسمان کی مخلوقات قرآن کا علم سیکھنے والے کے حق میں مغفرت کی دعائیں کرتی ہیں، قرآن مجید کا طالب علم مجاہد فی سبیل اللہ ہے اسی لئے قرآن مجید سیکھنے والوں کا احترام و اکرام کرنے کی وصیت ونصیحت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"تمہارے پاس لوگ علم حاصل کرنے کے لئے آئیں گے جب انہیں دیکھو تو رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے مبارکباد دینا۔ (مرحبا مرحبا کہنا) اور انہیں تلقین کرنا۔"(سنن ابن ماجہ)

لیکن افسوس صد افسوس کہ ملت اسلامیہ نے قرآن کی تعلیم کو نظر انداز کر دیا، اب یہ تعلیم غریبوں و مساکین کی حد تک محدود ہوکر رہ گئی وہ بھی ایسے غریب لوگ جن کا دین کی جانب اشتیاق ہے ورنہ امت کا ذہن وفکر انگریزی تعلیم کی جانب موڑ دیا گیا، قرآن کی تعلیم کو امت حقیر نظروں سے دیکھنے لگی۔ امت کا خوش حال طبقہ اپنی اولاد کو بڑے بڑے کانونٹ میں تعلیم دلاتا ہے، لیکن حافظ قرآن بنانا نہیں چاہتا اور انہیں قرآن سکھانے کی فرصت نہیں ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ قرآن مجید علوم وفنون کا خزانہ ہے، عموماً ہم مسلمان قرآن کو صرف تبرک و تقدس کی کتاب سمجھ کر پڑھتے ہیں، حالانکہ قرآن مجید کا تبرک و تقدس اپنی جگہ مسلم ہے لیکن بحیثیت حامل قرآن ہونے کے اس سے علوم وفنون کا استنباط کرنا ہم پر فرض ہے، قرآن مجید علوم وفنون کا سرچشمہ ہے، بقوم امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں 365 علوم بیان فرمائے ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد آنے والے محققین نے قرآن مجید سے کئی ایک علوم کا استنباط کیا ہے، قرآن مجید میں سائنس و ٹیکنالوجی کا علم ہے جو ہر زمانے میں ترقی پذیر رہا، اگر یہ کہاجائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہو گا کہ علوم سائنس کا سرچشمہ قرآن مجید ہی رہا بعض علوم جو قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں، اس کا سرسری جائزہ اس طرح ہے، قرآن مجید میں انسانیت کی رہنمائی کے لئے احکام و مسائل کا علم ہے۔ حلال و حرام کا علم ہے۔ قرآن مجید میں اخلاقیات کا علم ہے، قرآن مجید میں معاشرت و معاشرتی اصلاحات کا علم ہے قرآن مجید میں علم حساب یعنی اعداد وارقام کا علم ہے، جس میں اکائی سے لیکر ہزاروں کی گنتی بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں تمام اعضائے انسانی کا علم ہے۔ قرآن مجید میں القاب وکنیت کا علم ہے، قرآن مجید میں انبیاء ورسل اور اقوام وملل، قبائل وغزوات کی تاریخ کا علم ہے، قرآن مجید میں اوقات کا علم ہے۔ قرآن مجید میں ایام و مہینوں وسال کا علم ہے۔ قرآن مجید میں انسان وحیوان،

پرندے، چرند، تخلیق کائنات و مختلف مخلوقات جیسے ملائکہ، شیاطین و جن کا علم ہے، قرآن مجید میں جمادات کا علم ہے۔ قرآن مجید میں جرائم اور ان کے سد باب کا علم ہے۔ قرآن مجید میں حیوانات کا علم ہے۔ قرآن مجید میں رنگوں کا علم ہے، قرآن مجید میں شخصیات کا علم ہے، قرآن مجید میں صنعت و حرفت کا علم ہے۔ قرآن مجید میں اموال کا علم ہے، قرآن مجید میں معدنیات کا علم ہے، قرآن مجید میں نباتات کا علم ہے، قرآن مجید میں جنت اور اس کے مستحقین کا علم ہے۔ قرآن مجید میں جہنم اور اس کے حقداروں کا علم ہے۔ قرآن مجید میں عالم برزخ کا علم ہے۔ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت اور اس کے اسماء و صفات کا علم ہے۔ قرآن مجید میں معبودان باطل کا علم ہے ۔ قرآن مجید میں عدل و انصاف و مساوات کا علم ہے۔ قرآن مجید میں حقوق و معاملات کا علم ہے۔ عظیم محقق و مصنف مولانا ابو البرکات محمد عبد اللہ حیدر آبادی متوفی 1918ء نے علوم قرآن پر بعض رسائل مرتب کئے ہیں جن کے نام اس طرح ہیں:

1۔ علم الامر من القرآن
2۔ علم النبي من القرآن
3۔ علم الاستفهام من القرآن
4۔ علم النداء من القرآن
5۔ علم التمني من القرآن
5۔ علم الترجي من القرآن
6۔ علم الدعاء من القرآن
7۔ علم وجوہ مخاطبات القرآن

اس کے علاوہ بعض مصنفین نے تبویب القرآن ، لغات القرآن قصص القرآن جیسے علوم کا احاطہ کیا ہے۔ اس بات کا تذکرہ اس لئے ضروری سمجھا گیا تاکہ خصوصاً مسلمانوں کو اور عموماً عام انسانیت کو اس بات کا علم ہو جائے کہ قرآن مجید علوم وفنون کا سرچشمہ ہے اس سے انسان جس قسم کا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے رہنمائی مل جائے گی ، ہر علم کا آغاز قرآن مجید ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم نے قرآن سے علوم وفنون کی تحقیق کو نظر انداز کر دیا ہے۔ دیگر مذاہب کے لوگ اپنی اپنی کتابوں کو مقدس ہی سمجھتے ہیں لیکن ان کی کتابوں میں علوم وفنون کا تذکرہ نہیں ہے۔ اسی لئے مسلمان کو کوتاہ نظری سے نکل کر وسعت نظری اختیار کرنی چاہئے۔

قرآن مجید عبرت و موعظت اور باعث شفاء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ یونس:57)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کے لئے شفاء آئی ہے۔"

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل:82)

"اور ہم قرآن میں جو کچھ نازل کرتے ہیں وہ مؤمنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے، مگر ظالموں کے لئے یہ قرآن خسارے کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔"

انسانیت کا ہر علاج قرآن مجید ہے۔ اور مسلمانوں کی فلاح قرآن مجید میں ہے۔

اس وقت مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کا خوف ہے، سنگھ پریوار اور اس کا ٹولہ ہر روز مسلمانوں کو خوفزدہ کر رہا ہے اور مسلمان ان سے یقیناً خوف زدہ بھی ہیں، آخر اس کا علاج کیا ہے؟ کس طرح ہم اس خوف سے باہر نکل سکتے ہیں؟ امن کی زندگی ہمیں کس طرح میسر آسکتی ہے؟ یہ ایک حقیقی بات ہے کہ ہماری ساری تدبیریں ماند پڑ جائیں گی، لیکن اللہ کی تدبیر ہی غالب آکر رہے گی، مسلمانوں کے تمام مسائل کا علاج قرآن مجید میں ہے، جب مسلمان قرآن مجید کا پابند ہو جائے گا۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کفار اور مسلمانوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیں گے جس کے سبب کوئی بھی کافر مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴾ (سورۃ الاسراء:45)

"(اے نبی) جب آپ قرآن پڑھتے ہیں ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں۔"

مسلمان اس الٰہی حکمت عملی کو سمجھیں اور قرآن کے پابند بن جائیں، اسی میں ان کے لئے راہِ نجات ہے۔ ہم خود قرآن مجید کے پابند بنیں اور اپنی اولاد کو اور اہل وعیال کو بھی پابند بنائیں، روزانہ ہر صبح ہمارے گھروں میں تلاوت قرآن مجید ہو، اپنی اولاد کو پارٹ ٹائم یا فل ٹائم وقت دے کر حافظ قرآن بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کا پابند بنائے۔ (آمین)

☆☆☆

سیدنا مسلمہ بن عبد الملک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المـــرأة الصالحـــة خير للمـــؤمن من العينيـــن، واليديـــن، والرجليـــن.

"نیک عورت مومن کے لیے آنکھوں، ہاتھوں اور پاؤں سے زیادہ قیمتی ہے!"

(أحسن المحاسن للثعالبي:368)

حدیث نمبر:30

عَن مَيْمُونَةَ بِنْتِ الحَارِثِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ,- زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ - أَنَّهَا قَالَتْ : «وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَضُوءَ الجَنَابَةِ، فَأَكْفَأَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ مَرَّتَيْنِ - أَو ثَلاَثاً - ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالأَرْضِ، أَو الحَائِطِ، مَرَّتَيْنِ - أَوْ ثَلاَثاً - ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وذِراعَيْهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ المَاءَ، ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ، ثُمَّ تَنَحَّى، فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ، فَأَتَيْتُهُ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا، فَجَعَلَ يَنْفُضُ الْمَاءَ بِيَدِهِ.»

[رواه البخاري، كتاب الغسل، باب من توضأ في الجنابة، ثم غسل سائر جسده، برقم 274، واللفظ له، ومسلم، كتاب الحيض، باب صفة غسل الجنابة، وعنده في آخره: «ثم أتيته بالمنديل فرده»، برقم 317]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ ام المومنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ سے بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا تو آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر دو یا تین مرتبہ پانی ڈالا، پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین یا دیوار پہ دو یا تین مرتبہ ملا پھر کلی کی ناک میں پانی چڑھایا، پھر اپنا چہرہ اور دونوں بازو دھوئے۔ پھر اپنے سر پر پانی ڈالا۔ پھر اپنا سارا جسم دھویا پھر الگ ہوئے تو اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ میں آپ کے پاس کپڑے کا ٹکڑا (جسم خشک کرنے کے لیے) لائی آپ نے اس کا ارادہ نہ کیا آپ پانی اپنے ہاتھوں سے جھاڑنے لگے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: اَفْرَغَ : انڈیلا، جھکایا۔

2: ضَرَبَ يَدَهُ : اس نے اپنا ہاتھ مارا۔

3: اَفَاضَ : بہایا، انڈیلا۔

4: يَنْفُضُ : وہ جھاڑتا ہے۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:

1۔ ہاتھوں کو دھوئے بغیر اس برتن میں نہ ڈالنا جس برتن کے پانی سے وضوء یا غسل کرنا ہو۔

2۔ وہ برتن جس کے پانی سے طہارت حاصل کی جائے گی اس کا پاک وصاف ہونا ضروری ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے طہارت شروع کرنے سے پہلے ہاتھوں کو دھویا۔

3۔ طہارت وصفائی کیلئے ہاتھوں وغیرہ کو کم از کم ایک بار اور ضرورت ہونے پر دو اور تین مرتبہ دھونا۔

4۔ شرم گاہ دھونے کے بعد پھر ہاتھوں کو صاف کرنا جیسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ زمین یا دیوار پر رگڑے اور موجودہ دور میں صابن وغیرہ کا استعمال بھی مناسب ہے۔

5۔ غسل جنابت کا جب کوئی ارادہ کرے تو پہلے وضوء کرے البتہ پاؤں مکمل غسل کے بعد دھوئے جائیں۔ خصوصا جب غسل خانہ کچا ہو۔

6۔ غسل کر لینے کے بعد جسم کو خشک کرنا ضروری نہیں ہے البتہ جسم پر موجود پانی کو ہاتھوں سے بھی جھاڑا جاسکتا ہے۔ اور تولیہ وغیرہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلے میں وسعت ہے جس طرح انسان کی طبیعت ومزاج ہو اس طرح کیا جاسکتا ہے۔

7۔ غسل سے پہلے اگر وضو کر لیا جائے تو وہ نماز کے لیے کافی ہو گا اس کیلئے الگ وضو کرنے کی ضرورت نہیں بشر طیکہ شرم گاہ کو چھوا نہ ہو۔ یا کوئی اور سبب ایسا نہ پایا گیا ہو جس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

8۔ اسلام میں طہارت کی اہمیت

9۔ غسل کرنے کا مسنون طریقہ باقی تمام طریقوں سے بہتر ہے۔ ایک مسلمان کو ہر عمل میں سنت کو تلاش کرنا اور اس کے مطابق کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر:31

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ، أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْقُدْ.» [رواه البخاري، كتاب الغسل، باب نوم الجنب، برقم 287، ومسلم، كتاب الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له، وغسل الفرج إذا أراد أن يأكل، أو يشرب، أو ينام، أو يجامع، برقم 306]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا ہم میں سے کوئی سو سکتا ہے اس حال میں کہ وہ جنبی ہو، آپ نے فرمایا: ہاں: جب تم میں سے کوئی وضو کر لے تو وہ سو جائے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: يَرْقُدُ : وہ سوتا ہے۔ 2: جُنُبُ: جنبی۔

3: أَحَدُنَا: ہم میں سے کوئی ایک۔

4: إِذَا تَوَضَّأَ : جب وہ وضو کر لیتا ہے۔

5: نَعَمْ : ہاں۔

حدیث سے حاصل ہونیوالے مسائل اور احکام:

1۔ شرعی مسائل اہل علم سے پوچھنا۔

2۔ عالم کا مسئلہ کا اصل حکم بتانے کے ساتھ مستحب اور افضل عمل کی راہنمائی کرنا۔

3۔ جنبی غسل کئے بغیر سو سکتا ہے۔ اسی طرح باقی دنیاوی کام کاج بھی کر سکتا ہے۔

4۔ سونے سے پہلے جنبی کے لیے وضو کرنا بہتر ہے۔

5۔ کمال طہارت اور افضل یہ ہے کہ جنبی غسل کر کے سوئے اس کے بہت سارے فوائد ہیں مثلا دل کا اطمینان، صبح کی نماز پڑھنے میں آسانی، طبیعت میں ہشاشی وبشاشی وغیرہ۔

رجاءورغبت کے مخالف کام

اہل علم نے رجاء ورغبت سے ٹکرانے والے کچھ کام بیان کیے ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

1۔تمنا۔

2۔ناامیدی(یاس)۔

3۔مایوسی(قنوط)۔

4۔اللہ کے مکر سے بے فکری۔

5۔اللہ کے عذاب سے غفلت۔

6۔دھوکے میں پڑے رہنا۔

7۔اللہ کے ساتھ بدگمانی کرنا۔

رجاءورغبت کی قسمیں

علماے عقیدہ نے کہا کہ رجاء کی دو قسمیں ہیں:

1۔رجاے عبادت۔

2۔اسباب وذرائع سے فائدے کی توقع۔

رجاے عبادت میں محبت، اطاعت اور عقیدت پائی جاتی ہے، جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مناسب ہے اور اگر وہ غیر اللہ سے وابستہ ہوجائے اور غیر اللہ سے اولاد اور شفا وغیرہ کی امید رکھی جائے تو ایسا عمل شرک اکبر شمار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾(سورۃ الاعراف:56)

"اور زمین کی درستی(کی جانے)کے بعد اس میں فساد مت پھیلاؤ اور تم ڈرتے ہوئے اور پر امید رہ کر اس کی عبادت کرو، بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مصیبت زدہ کی دعا(یہ ہے):

" اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ" (سنن ابوداؤد:5090)

"اے اللہ! مجھے تیری رحمت ہی کی آس ہے، لہٰذا مجھے اپنے آپ کے حوالے پل بھر کے لیے بھی نہ کر اور میری ہر بگڑی بنادے، (کیونکہ) تیرے علاوہ کوئی (سچا وحقیقی) معبود نہیں۔"

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوف وامید کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم دیا، کیونکہ اللہ سے امید رکھنا کفار کے بمقابل اہل ایمان کی امتیازی علامت ہے۔(سورۃ النساء: 104) جس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ (سورۂ نوح:13)

نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جانتے ہوئے اسباب وذرائع سے فائدے کی توقع رکھنے کے تین درجات ہیں:

1۔ دلی تعلق اگر اللہ ہی سے رہے لیکن شرعاً درست اسباب کے فائدے کی امید رکھے تو ایسا عمل جائز ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

"تم میں سب سے بہترین وہ آدمی ہے جس کے خیر کی امید کی جاتی ہو اور جس کے شر سے محفوظ رہا جاتا ہو اور تم میں بدترین وہ آدمی ہے جس کے خیر کی امید کی جاتی ہے نہ ہی اس کے شر سے محفوظ رہا جاتا ہے۔" (مسند أحمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند أبي ہریرۃ:8811)

2۔اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے حرام کردہ اسباب سے توقع رکھنا حرام ہے۔

3۔اسباب کے ساتھ دلی تعلق کا پیدا ہونا شرک اصغر ہے۔(الخوف والرجاء لعبد العزیز الداخل مقال محمل علی موقع ملتقی أہل التفسیر۔)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

رجاء کی تین قسمیں ہیں:

جن میں سے دو قابل تعریف ہیں اور ایک قابل مذمت ہے۔

جس نے اطاعت کی اور ثواب کی امید رکھی، یا جس نے خطا کی، توبہ کی اور مغفرت کی امید رکھی تو امید کی یہ دو قسمیں قابل تعریف ہیں۔

لیکن جو خطا پر خطا کیے جاتا ہے، غفلت برتنے لگتا ہے اور عمل کے بغیر اللہ کی رحمت کی امید رکھتا ہے تو ایسی امید جھوٹی امید ہے بلکہ ایسا کام محض دھوکا اور تمنا کہلاتا ہے۔(مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین، فصل منزلۃ الرجاء، حقیقۃ الرجاء)

رجاءورغبت کے درجات

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رجاء کے تین درجات ہیں:

1۔ایسی امید جو عمل کرنے والے کو مزید جد وجہد کرنے پر ابھارے، خدمت(دین) کی وجہ سے لذت محسوس کرائے اور گناہوں کو چھوڑنے کا شعور بیدار کرے۔

2۔ایسے افراد کی امید جو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہوں تاکہ ان کے عزائم وارادے خالص ہوجائیں۔

3۔ایسی امید جو دنیا اور اہل دنیا سے بے رغبت کرے اور خالق ارض وسما سے وابستہ کردے اور یہی درجہ

امید کے تمام درجات میں سب سے افضل واعلیٰ ہے، بلکہ خالص ایمان اور خلاصہ ٔ ایمان ہے۔

(مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین، فصل درجات الرجاء)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"مخلوق سے بے رغبتی کے بعد اللہ سے جب وابستگی ہوگی تو توحید خالص کی وجہ سے مایوسی کے بعد بھی امید کی ایک کرن نظر آئے گی۔"

(مجموع الفتاوی، علم السلوک، السبب في أن الفرج: 10/331)

رجاءور غبت کے لوازمات

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"جن باتوں کا جاننا ضروری ہے ان میں یہ بھی داخل ہے کہ جس نے کسی شئے کی امید رکھی تو اس امید کے تین لوازمات ہیں:

1۔ جس سے امید رکھی ہے اس سے محبت کرے۔

2۔ جس شے کی امید ہے اس کے فوت ہونے کا خوف رہے۔

3۔ جس شے کی امید ہے اسے پانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

اگر کسی امید میں مذکورہ لوازمات نہیں پائے جائیں تو وہ امید نہیں بلکہ تمنا ہے، جو کہ امید سے جدا ہے، کیونکہ ہر امیدوار خوف زدہ اور اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہتا ہے اور جب امید چھوٹنے اور آس ٹوٹنے کا ڈر ہو تو اپنی رفتار بڑھا دیتا ہے، جس کی جانب حدیث (جامع ترمذی: 2450) میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ (الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي -الداء والدواء، فصل الرجاء والأماني)

رجاءور غبت کے فوائد

اہل علم نے رجاءور غبت کے بہت سارے فوائد بیان کیے ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

1۔ امید کی وجہ سے محنت ومشقت کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے۔

2۔ امید کی وجہ سے ناساز حالات میں بھی عبادت گزار اطاعت پر استقامت کے ساتھ رہتا ہے۔

3۔ امید کی وجہ سے عبادت میں لذت اور بندگی میں عمدگی پائی جاتی ہے۔

4۔ امید کی وجہ سے بندہ بندہ نواز سے کبھی بے نیاز نہیں رہتا ہے۔

5۔ امید کی وجہ سے بندہ رب جبار وقہار کے جبر وقہر کی لہر کا سامنا نہیں کرتا ہے۔

6۔ امید کی وجہ سے بندہ بصد شوق اپنے رب سے لو لگاتا ہے۔

7۔ امید کی وجہ سے بندہ نعمتوں کی قدردانی اور ان پر شکر گزاری کے لیے آمادہ رہتا ہے۔

8۔ امید کی وجہ سے بندہ توبہ واستغفار کرتا ہے۔ وغیرہ۔۔۔

(علاوہ ازیں جو بھی آثار وثمار خوف وخشیت کے بتائیں گئے ہیں ان میں کے اکثر آثار وثمار رجاء ورغبت کے بھی ہیں۔)

رجاءور غبت اور انبیاء

گزشتہ ذیلی موضوعات میں آیات واحادیث سے رجاء ورغبت کی اہمیت وفضیلت معلوم ہوئی، اس کے بعد مناسب ہے کہ رجاء ورغبت سے متعلق انبیائے کرام علیہم السلام کے اقوال، اعمال اور احوال سے بھی کچھ واقفیت حاصل ہو جائے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام گم ہو جانے کے باوجود سیدنا یعقوب علیہ السلام مایوس نہیں ہوئے بلکہ کئی سال گزرنے کے بعد بھی ان کی تلاش مہم جاری رکھنے کے لیے بچوں کو نصیحت کی اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے سے منع کیا۔ (سورہ یوسف: 78)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لشکر کو دیکھا اور امید کے ساتھ فرمایا کہ

"میرے ساتھ میرا رب ہے۔" (سورۃ الشعراء: 62)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تسلی دی، امید دلائی اور فرمایا کہ

"غم نہ کریں، کیونکہ ہمارے ساتھ اللہ ہے۔"

(سورۃ التوبہ: 40)

☆☆☆

سید نزیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید کا واقعہ

مولوی غلام رسول مرحوم قلعہ میہاں سنگھ والے محدث امام سید نذیر حسین دہلویؒ کے ممتاز شاگردوں میں تھے۔ زہد وورع میں یکتا اور علم و فضل میں بلند مقام کے حامل تھے۔ ان کی مجالس وعظ وارشاد بھی بڑی پر اثر ہوتی تھیں۔

1857ء کی جنگ آزادی میں گرفتار ہوئے اور مقدمہ چلا تو ہزاروں لوگ ان کے حق میں سڑکوں پر نکل آئے۔

انگریزی حکام کو ان کے مشیروں نے مشورہ دیا کہ انھیں رہا کر دینا ہی بہتر ہے، ورنہ بڑا فساد اور ہنگامہ بپا ہو جائے گا۔ آپ کے فرزند مولوی عبدالقادر کا بیان ہے کہ انگریز کمشنر منٹگمری نے مولوی صاحب مرحوم سے پوچھا: کیا آپ کا کوئی ضامن ہے کہ اس کی ضمانت پہ آپ کو رہائی دے دی جائے؟ آپ نے فرمایا:

ہاں! اس نے پوچھا: کون ہے؟ فرمایا:

میرا ضامن خداوند کریم ہے! یہ سن کر انگریز کے گماشتے مسکرانے لگے مگر کمشنر پر ایسا اثر ہوا کہ کہنے لگا: اچھا، ہم آپ کو اسی کی ضمانت پر رہا کرتے ہیں!!

(سوانح حیات، ص: 66)

26۔ شیخ عبدالقادر صوفی اور طریقہ درقاویہ

دار الافتاء (ریاض) سے تعلق کی بنا پر مجھے نہ صرف برطانیہ کے طول وعرض میں بلکہ دنیا کے دور دراز علاقوں جیسے جزائر فیجی تک جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ مارچ 1981ء کی بات ہے جب مجھے برطانیہ کے ایک شہر ناروچ (NORWICH) جسے صوتی اعتبار سے "نورچ" پڑھا جاتا ہے، شیخ القادر اطرابط سے ملاقات کے لیے جانا پڑا۔ غالباً دار الافتاء کے معزز اراکین ان کے افکار سے باخبر ہونا چاہتے تھے یا شیخ عبدالقادر نے خود ان سے رابطہ قائم کیا تھا، جس کی بنا پر مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے مجھے اس ملاقات کا اہتمام کرنا پڑا۔ اس شہر میں نو مسلم انگریزوں کا ایک حلقہ اپنا مرکز قائم کرنے کی تگ و دو میں مصروف تھا۔ اس مرکز کے روح رواں اسکاٹ لینڈ کے صوفی عبدالقادر (IAN DALLAS) تھے جو اصلاً ایک فلم ایکٹر کی حیثیت سے اپنی پہچان رکھتے تھے۔ 60 کی دہائی میں وہ مراکش (دیار المغرب) میں اسلام سے روشناس ہوئے اور وہاں سے درقاوی طریقہ صوفیہ کا تحفہ لے کر واپس آئے۔

درقاوی طریقہ مراکش کے محمد العربی الدرقاوی (1760۔۔1823ء) کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جو کہ اصلا ابو الحسن الشاذلی کے طریقہ شاذلیہ ہی کی ایک شاخ ہے اور محمد الدرقاوی اپنے سلسلہ تصوف کی اسناد کو 37 واسطوں کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک پہنچاتے ہیں۔

انہوں نے اپنا پہلا مرکز برسٹل گارڈن (لندن) میں قائم کیا تھا جہاں وہ درقاوی طریقے کے مطابق ہر جمعرات کو ذکر کی محفل برپا کیا کرتے تھے جس میں ذکر کے ساتھ رقص یعنی جھولنے اور سر کو دائیں بائیں ہلانے کا عمل بھی شامل تھا اور اسے 'حضرۃ' کا نام دیا جاتا تھا۔

1976ء میں جب میں نیروبی (مشرقی افریقہ) سے لندن کی پہلی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے آیا تھا تو ایک شام برادرم سراج الرحمٰن (یوگنڈا میں دار الافتاء کے مبعوث) کے ساتھ ان کی اس محفل کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ کانفرنس کے شرکاء میں سے جناب کوثر نیازی (سابق وزیر برائے اسلامی امور، پاکستان) کو بھی اس محفل کی رونق بڑھاتے دیکھا۔

یہ میرا ان حضرات سے پہلا تعارف تھا۔ معلوم ہوا کہ عراق کے ایک متمول تاجر بھی اس طریقہ سے خاصا شغف رکھتے ہیں اور مذکورہ جماعت کی دل کھول کر مدد بھی کرتے ہیں ن۔

میں مذکورہ شخصیت سے بھی ملا اور پھر لندن سے دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ناروچ قصبے کا بھی قصد کیا۔

اسے میں نے قصبہ آج کل کے اعتبارب سے کہا ہے، وگرنہ یہ شہر ایک ہزار سالہ شاندار ماضی رکھتا ہے ور ایک طویل مدت تک لندن کے بعد سب سے بڑا شہر گنا جاتا تھا۔ لندن سے تقریباً ایک سو میل دور مشرقی ساحل کے قریب واقع ہے۔ آبادی ایک لاکھ 20 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اس شہر کی امتیازی بات یہ ہے کہ اسے برطانوی شہروں میں مذہبی اعتبار سے سب سے کم شمار کیا گیا ہے اور وہ اس طرح کہ 2011ء کی مردم شماری کے مطابق یہاں اپنے آپ کو عیسائی کہنے والوں کی تعداد تقریباً 9ء44 فیصد ہے۔ کوئی 5ء42 فیصد اپنے آپ کو لامذہب مانتے ہیں اور مسلمانوں کی تعداد اب 2 فیصد کے قریب ہے۔ اسے نسبتاً خالص سفید فام شہر بھی قرار دیا گیا ہے۔

اب میں 1980ء کے لگ بھگ اپنی زیارت نوروچ کی طرف لوٹتا ہوں۔ شہر سے سترہ میل دور مذکورہ جماعت نے ایک قلعہ نما گھر خرید رکھا تھا جس کی مرمت کا عمل جاری تھا، اس عمارت سے متصل کوئی چالیس ایکڑ زرعی زمین تھی جسے وہ موسم گرما میں باغبانی اور زراعت کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ شہر کے اندر انہوں نے ایک ہال کی عمارت خرید کر اسے مسجد احسان میں تبدیل کر دیا تھا اور اپنی مطبوعات کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کے لیے دیوان پریس کی بنیاد بھی ڈال دی تھی۔

شیخ عبدالقادر صوفی سے ان کا قلعہ نما مرکز میں ملاقات ہوئی جسے درقاوی انسٹی ٹیوٹ کا نام دیا گیا تھا، وہ اپنے حلقہ ارادت کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے، ذکر وفکر کی محفل کے بعد مجھے شرف ملاقات کا اعزاز حاصل ہوا۔

میں ان کے چند کتابچے ساتھ لیتا آیا جو ان کے افکار کی عکاسی کر رہے تھے، انہی دنوں ایک عربی اخبار میں اس عنوان کے ساتھ ایک خبر شائع ہوئی تھی،

"برطانیہ کا ایک پورا قصبہ حلقہ بگوش اسلام"

اور مقصود اس سے نوروچ کا یہی قصبہ تھا۔

یہ خبر حقیقت پر مبنی نہ تھی۔ صرف اتنا تھا کہ 60 سے 70 افراد پر مشتمل نو مسلم انگریزوں کی یہ جماعت وہاں اسلامی بود و باش کی خاطر اپنا ایک مرکز قائم کر چکی تھی۔

شیخ عبدالقادر صوفی سے میری دو ملاقاتیں رہیں، ایک تو یہی جس کا تذکرہ ہوا اور دوسری مئی 1982ء کے

اوائل میں جب وہ لندن میں میرے غریب خانہ پر تشریف لائے۔

ان سے گفتگو کے بعد اور پھر میرے مشاہدات اور ان کی بعض تالیفات کے مطالعے سے میرے علم میں یہ باتیں آئیں:

شیخ القادر صوفی ایک طلسماتی شخصیت کے حامل ہیں، وسیع مطالعہ رکھتے ہیں، سلسلہ درقاویہ شاذلیہ کے شیخ محمد حبیب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اب اس سلسلے کے توسط سے دیار غرب میں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور اپنی اس تحریک کو عالمی تحریک مرابطین کا نام دیا ہے۔

وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اپنی جماعت کو برطانیہ کے کئی ایسے شہر میں بسنے کی ترغیب دے سکیں جہاں وہ اسلامی طریقے سے بودوباش اختیار کر سکیں اور اس مقصد کے لیے وہ شہر ناروچ میں، درقاوی انسٹی ٹیوٹ کا قیام عمل میں لا رہے ہیں، جہاں فی الوقت چار خاندان مقیم ہیں۔ عمارت کے ساتھ چالیس ایکڑ زمین بھی حاصل کی گئی ہے جہاں اگلے موسم گرما سے پھلوں، جڑی بوٹیوں اور ترکاریوں کے اگانے کا آغاز کر دیا جائے گا۔ اب تک وہ 'برکلے' (امریکہ) اور قرطبہ (اسپین) میں دو مراکز قائم کر چکے ہیں اور اپنے تین وفود اسپین، برمودا اور نائیجریا بھی روانہ کر چکے ہیں۔

مسجد احسان میں جمعہ اور جماعات کے علاوہ ذکر و فکر کی محفل بھی برپا کی جاتی ہے اور بچوں کی دینی تعلیم کا بھی بندوبست کیا گیا ہے۔

اب تک وہ دو کانفرنسیں منعقد کر چکے ہیں بعنوان:
یورپ میں اسلام اور اسلام میں تصوف کی تجدید

جو چند کتابیں بزبان انگریزی اب تک شائع کی جا چکی ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

1۔ ماہیۃ الانسان تالیف سید علی الجمال، ترجمہ عائشہ الترجانہ، مقدمہ از قلم شیخ عبد القادر الصوفی

2۔ صوفیانہ نظموں کا ایک مجموعہ بعنوان: علم ذاتی، تالیف غوث ابو مدین

3۔ عثمان ڈان فودیو کی ایک ہینڈ بک بابت اصطلاحات اسلام، ایمان، احسان

4۔ نائیجیریا میں اسلام

5۔ جہاد بقلم عبد القادر الصوفی

6۔ جریدۃ 'اسلام' جس کے دو شمارے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔

ان کتب میں سے 48 صفحات پر مشتمل جہاد پر کتابچہ میرے مطالعہ میں آیا تو اس سے شیخ عبد القادر کے افکار کا کچھ علم ہوا۔ وہ جس فکر کے حامل ہیں وہ کئی دوسری اسلامی تنظیموں اور تحریکات جیسے رابطہ عالم اسلامی، الاخوان المسلمون اور وہابیت کی سخت ناقد ہے، خود امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان سے استفادہ نہ کیا جائے کیونکہ عقلی طور پر وہ متوازن ذہن نہیں رکھتے۔ خیال رہے کہ ان خیالات کا تانا بانا ابن بطوطہ کی چند فرعومہ عبارات تک پہنچتا ہے۔

مستقبل میں وہ کئی خوش آئند پروگرام کی تکمیل کرنے کا عزم رکھتے ہیں، جیسے:

1۔ قرآن کریم کا ایک نیا ترجمہ جس کا رجع اول اختتام پذیر ہے۔

2۔ چینی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ جسے شائع کر کے چین بھیجنا مقصود ہے۔

3۔ قراءت ورش کے مطابق ایک مصحف کی تیاری اور اسے بلاد غریب میں رائج کرنا۔

4۔ قرآن مجید کے انگریزی تراجم کی ایک ڈکشنری کی تالیف

5۔ موطا امام مالک کا انگریزی ترجمہ

شیخ عبد القادر اپنی اس تحریک کو اکثر سلفی تحریک کا نام دیتے ہیں جس کی بنیاد مدینۃ الرسول کے ماڈل پر رکھی گئی ہے اور جس کی اجتماعی اور تشریعی ساخت موطا امام مالک کے گرد گھومتی ہے۔

شیخ کی ایک اور تحریر میں اس بات کو بڑی شدت سے اجاگر کیا گیا ہے کہ اس دور میں اسلام کے تیسرے رکن زکوٰۃ کی روح کو بری طرح سے پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور اس کے احیاء کے لیے ضروری ہے کہ دورِ نبوی کے دینار اور درہم کو دوبارہ روشناس کیا جائے یعنی کاغذی نوٹوں کے بجائے سونے اور چاندی کے سکے رائج کیے جائیں اور یہی وہ واحد طریق ہے کہ جس سے سود کی بیخ کنی کی جا سکتی ہے۔ شیخ عبد القادر کے بعض غیر پسندیدہ افکار کے باوجود میں نے ان کی جماعت کے بارے میں اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا، ان کی دامے، درمے امداد کی بھی سفارش کی اور مذکورہ عراقی شخصیت کی وساطت سے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ شیخ عبد القادر ایک دفعہ ہمارے شیخ عبد العزیز بن باز سے ملاقات کر پائیں تاکہ شیخ ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر سکیں۔

میرے ان مشاہدات پر ایک طویل عرصہ گذر چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ شیخ عبد القادر پچھلے سال (اگست 2021ء میں) کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) میں وفات پا چکے ہیں کہ جہاں انہوں نے جمعہ مسجد قائم کی تھی اور اپنی جماعت کی بھی صف بندی کی تھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے نظریہ درہم و دینار سے رجوع کر لیا تھا، یہ بات خوش آئند ہے کہ ان کی جماعت نے شیخ کے تمام قابل اعتراض افکار کی پیروی نہیں کی ہے بلکہ کئی قابل قدر علمی کارنامے سر انجام دیے ہیں، جن میں قرآن مجید اور موطا امام مالک کا مکمل ترجمہ بھی شامل ہے۔

مجھے ان سطور کی تحریر کے وقت شیخ کے نظریات کو مزید پڑھنے کا موقع ملا، اقتصادی میدان میں وہ کاغذی نوٹوں پر مبنی مالیاتی نظام کے سخت ناقد تھے، انہوں نے سونے کے دینار اور چاندی کے درہموں پر مشتمل مارکیٹ کا آغاز بھی کیا تھا، جس کا تجربہ سلاؤ اور ناروچ میں کیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ سود کی بیخ کنی اور

زکوٰۃ کی افادیت اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب کہ دینار و درہم پر مبنی مالیاتی نظام قائم کیا جائے۔

یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے 2014ء میں اپنی اس رائے سے رجوع کر لیا تھا اور مذکورہ مارکیٹ سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کر دیا تھا۔

سیاسی میدان میں وہ مغربی سیکولر سسٹم کی پرداختہ جمہوریت کے بھی سخت ناقد تھے اور اس کے ڈانڈے قوموں کو غلاموں بنانے سے جوڑتے تھے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی گود میں پلنے والی بڑی بڑی کمپنیاں اور کارپوریٹ ادارے غلامانہ ذہن کی آبیاری کے جدید وسائل ہیں اور پھر قومی ریاستوں کی شکل میں لوگوں کی نقل و حرکت کو ویزا اور پاسپورٹ سے پابند کر کے محدود کیا جانا، غلامی کے ایک نئے دور کا آغاز ہے اور اس کا مظہر، امیگریشن کے نام پر غیر قانونی طریقے سے ہجرت کرنے والوں کو زنداں کے حوالہ کرنے یا ان کو بڑے بڑے کیمپوں میں رکھ کر آزاد زندگی سے محروم کرنا ہے۔

مغربی اقدار دہرے معیارات کی حامل ہیں جس کا مظہر فلسطین کے باشندوں پر عرصہ حیات تنگ کئے جانے کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔ انہوں نے یہودیوں کی اس قلیل جماعت کو سراہا جو صہیونی تحریک کے افکار و خیالات سے بالکل اتفاق نہیں کرتی ہے۔ انہوں نے غزہ پر بمباری اور بالآخر غزہ سے انخلاء کے فیصلے پر یہ طنزیہ ریمارکس کسے کہ وہ غزہ میں کیا چھوڑ کر جا رہے ہیں؟

خالی عبادت خانے اور جن چیزوں کو آگے بڑھ کر گلے لگانا چاہتے ہیں وہ ہیں کینو، جوئے خانے اور سود مردود سے آباد مالیاتی دنیا۔

قرآن نے مفسدین فی الارض کا تذکرہ کیا ہے۔ زمین میں فساد کیسے کیا جاتا ہے تو اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف سمندری ساحلوں (اور بطور مثال تھائی لینڈ کے ساحلوں) میں پانی اور خشکی کے درمیان (MANGROVE) جھاڑیوں کی شکل میں ایک قدرتی رکاوٹ رکھی ہے جو سونامی جیسے پانی کے دفعۃً طوفان کو روکنے کا کام انجام دیتی ہے لیکن لوگ ساحلوں پر عیاشی کے لیے ان جھاڑیوں کو اکھیڑ کر وہاں ہوٹل، دکانیں، تفریحی مقامات بنانے پر تلے ہوئے ہیں جو بالآخر ان کی بربادی کا سبب بنتے ہیں۔

وہ اس نیچرل قانون کو تو جانتے ہیں کہ جہاں پانی ابالا جائے گا وہاں بخارات تو اٹھیں گے اور جہاں بادگولہ (HURRICANE) کے طوفان آئیں گے وہاں بربادی تو آئے گی، لیکن وہ اس بات کی توجیہہ سے قاصر ہیں کہ امریکہ کے دو بڑے شہروں 'نیو اورلین' اور BILOXI میں تباہی کیوں آئی؟ اول الذکر بدی کا مرکز تھا اور ثانی امریکہ میں جوئے کا سنٹر تھا۔

دیار مغرب میں جنسی آوارگی، شرم و حیا کی حدود کو پامال کیا جانا، ٹیلی ویژن پر حیاباختہ فلموں کو پیش کیا جانا، لذت پرستی کی اس معراج کو پہنچ گیا ہے جہاں خاندانی نظام تباہ و برباد ہوتا جا رہا ہے اور نسلی انسانی کی افزائش تھمتی جا رہی ہے۔ ایسے میں اسلام کی طرز معاشرت اور ازدواجی زندگی کا خوبصورت نظام یورپ میں مسلمانوں کے وجود کو استحکام بخش رہا ہے۔

(بحوالہ مقالہ از عبد القادر صوفی بعنوان:

"THe Dismantaling of the Political Class as Prelude to the Restoration of Personal Rule: The Islamic Position"

شیخ عبد القادر کے یہ نظریات قابل ستائش ہیں لیکن انہوں نے اپنی جماعت کو جس نظم میں پرویا تھا، اس کی خامیوں پر انہی کے حلقہ ارادت کے چند افراد نے سخت تنقید بھی کی، اس میں قبل ذکر یہ چند باتیں تھیں:

کہ شیخ عبد القادر نے گو اپنی دعوت کو امام مالک اور ان کی تعلیمات کے بموجب ایک سلفی تحریک کی شکل دینے کی کوشش کی تھی لیکن انہوں نے جن صوفیانہ اوراد کو ایک مخصوص انداز سے رائج کیا ہے وہ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کے منافی ہے۔

اور یہ کہ ان کے متوسلین اور مریدین کو عربی زبان سیکھنے اور اسلامی تعلیمات کے حقیقی مصادر (قرآن وسنت) تک بلاواسطہ رسائی حاصل کرنے پر اتنا زور نہیں دیا جاتا جتنا طریقہ درقاویہ کے اذکار و اوراد کی پابندی کرنے پر دیا جاتا ہے اور یہ کہ ان کی شخصیت کو اس طرح تقدیس و تکریم کے ہالہ میں لپیٹ کر پیش کیا جاتا ہے کہ ایک نو مرید کو ان تک رسائی کے لیے باقاعدہ تیار ہونا پڑتا ہے اور یہ انداز پیری و مریدی ان کی تحریک کو ایک پُراسرار ٹولے (CULT) کا روپ دے چکا ہے۔

اور یہ کہ ایک مرید کے لیے اس کی حیثیت شیخ کے سامنے اس مردے کی سی ہے جو غسل دینے والے کے رحم و کرم پر ہو۔ یعنی وہ ان کے تمام احکامات و فرامین کو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے پابندی کرنے پر مجبور ہے۔

ابن عربی (صاحب الفتوحات المکیہ اور فصوص الحکیم) کے افکار سے خوشہ چینی کو بھی ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔

بہر حال ہمیں ان باتوں میں مبالغہ آرائی کا پہلو نظر آتا ہے جو ان کے فکر کو فری میسن 'کبالا' اور چند مغربی فلاسفہ سے متاثر ہونے کا عندیہ دے رہی ہے۔

(بحوالہ تصنیف سیدی عثمان آف اٹلی بعنوان:

"Iyan Dallas: Sheikh Who Has no Clothes"

صوفی عبد القادر اپنے رب کے حضور جا چکے ہیں اور بفحوائے تعلیم نبوی (أذکروا موتاکم بالخیر) ہم نے اس تحریر میں ان کے محاسن کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور ان کے متوسلین کو کتاب وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انسانی فطرت ہے کہ جہاں کام نہ بن رہا ہو وہاں اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی ایسی ہستی اس کی سفارش کر دے جس کی سفارش رد نہ کی جائے اور اس کا کام بھی ہو جائے اور اگر کسی کو یقین ہو کہ میری سفارش کی جائے گی تو وہ کئی مرتبہ غلط روش کو بھی اختیار کر لیتا ہے کہ میری سفارش تو ہو ہی جانی ہے۔ مجھے کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔

اسی انسانی فطرت کے عین مطابق دنیا میں اس کے معاملات ہوتے ہیں۔ حتی آخرت کے معاملات جو اس سے بہت ہی زیادہ سخت ہونگے، اس کے متعلق بھی انسانی سوچ یہی ہوتی ہے کہ کسی کی سفارش وہاں کام آ جائے۔

مشرکین مکہ کا بتوں کی پرستوں کرنے کا ایک اہم سبب یہی تصور سفارش تھا۔

اللہ پاک قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ﴾(سورۃ یونس:18)

"اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔"

اللہ پاک نے اس عقیدہ کی زبردست انداز میں نفی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾(سورۃ یونس:18)

"کہہ دے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

ایک اور ان الفاظ میں ان کے اس عقیدے کی مذمت کی:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ0 وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ﴾(سورۃ سبأ:22-23)

"(اے محمد ﷺ!)ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا تم جن کو معبود سمجھتے ہو، انہیں پکار کر دیکھو، وہ تو آسمان و زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں۔ زمین و آسمان کی ملکیت یا تخلیق میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ اور اللہ کے حضور کسی کے لیے کوئی سفارش مفید نہیں ہوگی مگر اس کے لیے جس کے حق میں سفارش کی وہ اجازت بخش دے۔"

آپ ﷺ کو بھی اسی عقیدے کے سکھانے کی تعلیم دی:

﴿ وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۙ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾(سورۃ الأنعام:51)

"اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف (لے جا کر) اکٹھے کیے جائیں گے، ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا، تاکہ وہ بچ جائیں۔"

ایک اور مقام پر اس بات کی بھی وضاحت فرمائی کہ صرف ان بتوں کی سفارش ہی کام نہ آئے گی بلکہ قیامت والے دن انسانی سوچ کے مطابق بچاؤ کے چاروں ممکنہ طریقے کارگر نہ ہوسکیں گے۔

﴿ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ﴾(سورۃ البقرۃ: 48)

"اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔"

اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اسلام میں قیامت والے دن کوئی سفارش کا تصور ہی نہیں بلکہ ان آیات میں مشرکین کے جس سفارش والے عقیدہ کا رد کیا جا رہا ہے وہ یہ تھا۔

1۔ان کے بتوں کے پاس سفارش کا حق ہو گا۔

2۔وہ اپنی مرضی سے سفارش کر سکیں گے۔

3۔ان کی سفارش مانی جائے گی۔

اسلام کا تصور شفاعت یہ ہے کہ قیامت والے دن اللہ پاک جس کے متعلق چاہیں گے اور جسے چاہیں گے اسے سفارش کرنے کی اجازت دے دیں گے اور سفارش کرنے والا زبردستی اپنی بات منوا نہیں سکتا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا﴾(سورۃ الزمر:44)

"(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجیے کہ ہر قسم کی شفاعت اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ﴾ (سورۃ النجم:26)

"اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی مگر بعد اسکے کہ اللہ جس کے حق میں شفاعت کی اجازت دے اور پسند کرے۔"

عقیدے کے اس اہم ترین مسئلے کو ایۃ الکرسی میں صرف دو حروف میں بالکل واضح انداز میں یوں بیان فرمادیا:

﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾

"کون ہے جو اللہ کے حضور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔"(سورۃ البقرۃ:255)

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں قیامت والے دن کی سفارش سے متعلق چاروں اہم ترین سوالات

1۔ کس کو سفارش کرنے کی اجازت ملے گی؟

2۔ کتنی سفارش قبول کی جائے گی؟

3۔ کس کی سفارش کرنے کی اجازت ہو گی؟

4۔ کس کی سفارش کی اجازت نہیں ہو گی؟

کے مکمل جوابات دیئے گئے ہیں۔ آیئے ذیل میں ان کا جائزہ لیتے ہیں:

شفاعت کبریٰ

قیامت والے دن کئی ایک کو سفارش کی اجازت ملے گی۔ جن میں قرآن مجید، انبیاء وغیرہ بھی شامل ہے۔ اس دن سب سے بڑی سفارش حضرت محمد ﷺ کی ہو گی۔ اس عقیدے کو عقیدہ شفاعت مصطفیٰ ﷺ کہا جاتا ہے۔ اسے ہی عرف عام میں شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے۔

اس شفاعت کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث پاک سے لگایا جاسکتا ہے:

أَتَدْرُونَ مَا خَيَّرَنِي رَبِّيَ اللَّيْلَةَ ؟ " قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ : " فَإِنَّهُ خَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ، وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ، فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ ". قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنَا مِنْ أَهْلِهَا. قَالَ : " هِيَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (سنن ابن ماجہ:4317)

"حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو معلوم ہے۔ کہ آج رات میرے رب نے مجھے کس انتخاب کا حق عنایت فرمایا؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے مجھے آدھی امت کے جنت میں داخلے اور شفاعت میں سے کوئی ایک چیز منتخب کرنے کا اختیار دیا۔ میں نے شفاعت کو منتخب کر لیا ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجئے کہ ہمیں بھی شفاعت پانے والوں میں شامل فرمادے۔ آپ نے فرمایا: وہ ہر مسلمان کے لئے ہے۔"

نبی پاک ﷺ کی اپنی امت سے محبت کا عالم دیکھیں کہ شفاعت کے لئے اللہ پاک کی دی ہوئی اجازت سے اپنے کسی امتی کو محروم نہ کرنا چاہتے تھے۔

اب ہم میں سے ہر ایک مسلمان کی خواہش ہے کہ ہم وہ خوش نصیب ہوں جن کی سفارش کی اجازت اللہ پاک اپنے پیارے حبیب محمد ﷺ کو دے۔ آپ ﷺ کی شفاعت کن کن مقامات پر کن افراد کو ملے اور کون بد نصیب اس سے محروم رہ جائیں ان کا تذکرہ بھی قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں آتا ہے۔

مقامات شفاعت

قیامت والے دن وہ مقامات جہاں آپ ﷺ اللہ کی مرضی سے شفاعت کریں گے وہ یہ ہیں۔

حساب کے آغاز کے لئے

سیدنا انس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن تمام اہل ایمان کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہ کہیں گے: کاش! ہم کسی کی سفارش اللہ کے حضور لے جائیں تا کہ ہمیں وہ اس حالت سے آرام دے دے، چنانچہ وہ سب مل کر سیدنا آدم کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے: اے آدم! آپ لوگوں کی حالت کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس بلا میں گرفتار ہیں؟ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا، پھر فرشتوں سے سجدہ کرایا اور تمام اشیاء کے نام آپ کو سکھائے آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کریں تا کہ وہ ہمیں اس حالت سے نکات دے۔ سیدنا آدم کہیں گے : میں اس منصب کے لائق نہیں ہوں۔ اور وہ ان کے سامنے اس غلطی کا ذکر کریں گے جو ان سے سرزد ہوئی تھی لیکن تم نوح کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کی طرف سے پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف بھیجا تھا۔ پھر سب لوگ سیدنا نوح کے پاس آئیں گے تو وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں اور وہ اپنی اس غلطی کو یاد کریں گے جو ان سے سرزد ہوئیں تھیں۔ ہاں تم سیدنا موسیٰ کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے تورات دی اور بلاواسطہ ان سے کلام کیا۔ یہ سن کر وہ سب سیدنا موسیٰ کے پاس آئیں گے تو وہ بھی کہیں گے: میں اس لائق نہیں ہوں اور اپنی اس خطا کو یاد کریں گے جو ان سے دنیا میں سرزد ہوئی تھی، ہاں تم سیدنا عیسیٰ کے پاس آئیں گے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں لیکن تم سب سیدنا محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جب کی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے میں چل پڑوں گا اور اللہ کے حضور حاضر ہونے کی اجازت مانگوں گا تو مجھے اجازت دی جائے گی۔ اپنے رب کو دیکھتے ہی میں سجدے میں گر جاؤں گا

اور جب تک اسے منظور ہو گا وہ مجھے سجدے ہی میں پڑا رہنے دے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہو گا: اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ تم جو کہو گے اسے سنا جائے گا، جو سوال کرو گے تمہیں دیا جائے گا اور جو سفارش کرو گے اسے قبول کیا جائے گا۔ میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھائے گا، پھر سفارش کروں گا۔" (صحیح مسلم:193)

دوران حساب

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنْ يَشْفَعَ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ أَنَا فَاعِلٌ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَيْنَ أَطْلُبُكَ قَالَ اطْلُبْنِي أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْمِيزَانِ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْحَوْضِ فَإِنِّي لَا أُخْطِئُ هَذِهِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ (سنن ترمذی:2433)

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ قیامت کے دن میرے لیے شفاعت فرمائیں، آپ نے فرمایا:" ضرور کروں گا۔" میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول !میں آپ کو کہاں تلاش کروں گا؟ آپ نے فرمایا:' سب سے پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈھنا'، میں نے عرض کیا: اگر پل صراط پر آپ سے ملاقات نہ ہوسکے، تو فرمایا:' تو اس کے بعد میزان کے پاس ڈھونڈھنا'، میں نے کہا: اگر میزان کے پاس بھی ملاقات نہ ہوسکے تو؟ فرمایا:'اس کے بعد حوض کوثر پر ڈھونڈھنا، اس لیے کہ میں ان تین جگہوں میں سے کسی جگہ پر ضرور ملوں گا۔"

حوض کوثر

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ (صحیح بخاری:6583)

"سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔ جو شخص بھی میرے پاس گزرے گا وہ اس کا پانی نوش کرے گا۔ جس نے اس کا پانی ایک مرتبہ نوش کر لیا وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہو گا۔ وہاں کچھ لوگ ایسے بھی آئیں گے جنہیں میں پہچان لوں گا اور وہ مجھے پہچان لوں گا اور مجھے پہنچان لیں گے لیکن پھر انہیں میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا۔"

اس سے اگلی حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کی سفارش کریں گے۔ لیکن آپ جب بتایا جائے گا کہ یہ آپ کے بعد بدل گئے تھے تو پھر آپ اپنی سفارش واپس لے لیں گے۔

فَأَقُولُ إِنَّهُمْ مِنِّي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي (صحیح بخاری:6584)

"میں کہوں گا: یہ تو مجھ سے ہیں۔ اس کے جواب میں کہا جائے گا: آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کر لی تھیں میں کہوں گا: دوری ہو اس شخص کے لیے جس نے میرے بعد دین میں تبدیلی کر لی تھی۔"

سب سے پہلی بات تو یہ سمجھنے والی ہے کہ یہ افراد تعداد میں نہایت قلیل تھے کیونکہ ایک حدیث میں وضاحت ہے

أُصَيْحَابِي أُصَيْحَابِي (صحیح مسلم:2304)

"یہ تصغیر کا صیغہ ہے جو قلت پر دلالت کرتا ہے۔"

دوسرا یہ کہ یہ چند عرب بدو تھے جن کی کوئی دینی خدمت بھی نہ تھی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں ان کے بارے فرماتے ہیں کہ

"صحابہ کرام (مہاجرین و انصار اور مولفۃ القلوب قریش مکہ) میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا۔ البتہ اجڈ قسم کے بدوؤں کی ایک جماعت ضرور مرتد ہوئی جن کی دین میں کوئی نصرت نہیں تھی اور یہ بات مشہور صحابہ میں موجب قدح نہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا بصیغہ تصغیر اصیحابی (میرے چند اصحابی) فرمانا مرتدین کی تعداد کی قلت واضح کرتا ہے۔" (فتح الباري:11/385)

پل صراط

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنْ يَشْفَعَ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ أَنَا فَاعِلٌ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَيْنَ أَطْلُبُكَ قَالَ اطْلُبْنِي أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْمِيزَانِ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْحَوْضِ فَإِنِّي لَا أُخْطِئُ هَذِهِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ (سنن ترمذی:2433)

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ قیامت کے دن میرے لیے شفاعت فرمائیں، آپ نے فرمایا:" ضرور کروں گا۔" میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول !میں آپ کو کہاں تلاش کروں گا؟ آپ نے فرمایا:" سب سے پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈھنا"، میں نے عرض کیا: اگر پل صراط پر آپ سے ملاقات نہ ہوسکے، تو فرمایا:"تو اس کے بعد میزان کے پاس ڈھونڈھنا"، میں نے کہا: اگر میزان کے پاس بھی ملاقات نہ ہوسکے تو؟ فرمایا:"اس کے بعد حوض کوثر پر ڈھونڈھنا، اس لیے کہ میں ان تین جگہوں میں سے کسی جگہ پر ضرور ملوں گا۔"

جہنم میں چلے جانے والے افراد کے لئے

سیدنا انس کی طویل حدیث کے آخر میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں سجدے میں گر جاؤں گا اور جب تک اسے منظور ہو گا وہ مجھے سجدے ہی میں پڑا رہنے دے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہو گا:

اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ تم جو کہو گے اسے سنا جائے گا، جو سوال کرو گے تمہیں دیا جائے گا اور جو سفارش کرو گے اسے قبول کیا جائے گا۔ میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھائے گا، پھر سفارش کروں گا۔ تو میرے لیے مخصوص لوگوں کی حد مقرر کی جائے گی۔ میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا، پھر لوٹ کر اپنے رب کے حضور آؤں گا۔ اسے دیکھتے ہی سجدے میں گر جاؤں گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔ اس کے بعد مجھے کہا جائے گا:

اے محمد! اپنا اٹھاؤ۔ تم جو کہو گے اسے سنا جائے گا۔ جو سوال کرو گے وہ پورا کیا جائے گا اور جو سفارش کرو گے اسے قبول کیا جائے گا۔ پھر اپنے رب کی ایسی تعریفیں کروں گا جو مجھے الہام کرے گا، اس کے بعد میں سفارش کروں گا جو اس وقت وہ مجھے الہام کرے گا، اس کے بعد میں سفارش کروں گا تو میرے لیے الہام کرے گا، اس کے بعد میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں انہیں بہشت میں لے جاؤں گا، پھر لوٹ کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوں گا تو اسے دیکھتے ہی سجدے میں گر جاؤں گا، جب تک اللہ چاہے گا مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔ پھر کہا جائے گا:

اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ۔ تم جو کہو گے سنا جائے گا جو سوال کرو گے پورا کیا جائے گا اور سفارش کرو گا تو میرے لیے حد مقرر کر سی جائے گی۔ میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا پھر لوٹ آؤں گا تو عرض کروں گا:

اے میرے رب! اب دوزخ میں وہی لوگ باقی رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے اور ان پر جہنم میں ہمیشہ کے لیے ٹھہرنا واجب ہو چکا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

آخر کار دوزخ سے وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو گا اور ان کے دل میں ایک جو کے برابر ایمان ہو گا۔ پھر وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو گا اور ان کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہو گا۔ بالآخر وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو گا اور انکے دلوں میں زرہ برابر ایمان ہو گا۔" (صحیح مسلم:193)

ایک اور حدیث میں آتا ہے

حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّينَ (صحیح بخاری:6566)

"سیدنا عمرو بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

"جہنم سے ایک قوم کو حضرت محمد ﷺ کی سفارش سے نکالا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ تو انہیں جہنمی کے نام سے پکارا جائے گا۔"

اسبابِ شفاعت

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ کوئی بھی شفارش کرنے والا اللہ پاک کی مرضی کے بغیر شفارس نہیں کر سکے گا۔ لہذا ہر مسلمان یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ کون سے ایسے اعمال ہیں جن کے کرنے کی وجہ سے اللہ پاک اپنے پیارے نبی ﷺ کو اس عمل کے کرنے والے کی شفاعت کی اجازت دے گا۔ انہی کو اسباب شفاعت کہا جاتا ہے۔ ذیل میں انہیں اسباب کو بیان کیا جا رہا ہے۔

توحید

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ (صحیح بخاری:6570)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! قیامت کے دن آپ کی سفارش کی سعادت سب سے زیادہ کون حاصل کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! میرا ابھی یہی خیال تھا کہ یہ حدیث تم سے پہلے اور کوئی یہ حدیث تم سے پہلے اور کوئی مجھ سے نہیں پوچھے گا کیونکہ حدیث کے سلسلے میں تجھے بہت زیادہ حریض پاتا ہوں۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ حریص پاتا ہوں۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہو گی جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ خلوص دل سے پڑھا ہو گا۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ، وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا (صحیح مسلم:199)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہر نبی کی ایک دعا ایسی ہے جو (یقینی طور پر) قبول کی

جانے والی ہے۔ ہر نبی نے اپنی وہ دعا جلدی مانگ لی)جبکہ میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کے لیے محفوظ کرلی ہے، چنانچہ یہ دعا ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو پہنچے گی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے فوت ہوا۔"

توحید والا انسان اگر کسی کبیرہ گناہ میں بھی ملوث ہوا اور وہ کبیرہ گناہ ان گناہوں میں سے یہ نہ ہوا جن کے کرنے پر شفاعت بے فائدہ ہو جائے گی (ان کا بیان آگے آرہا ہے) تو بھی اللہ پاک کی اجازت سے ان کی سفارش کی جائے گی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

«شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي» (سنن ابو داوٗد:4739)

میری سفارش میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہو گی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں شرک جیسی غلاظت سے محفوظ فرمائے۔ آمین

اذان کا جواب

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اذان سنتے وقت یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ (صحیح بخاری:614)

"(اے اللہ! اس کامل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد ﷺ کو وسیلہ اور بزرگی عطا فر اور انہیں اس مقام پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے) تو اسے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہو گی۔"

مدینے کی موت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : " مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا ؛ فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوتُ بِهَا " (سنن ترمذی:3917)

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مدینہ میں مر سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہیں مرے کیوں کہ جو وہاں مرے گا میں اس کے حق میں سفارش کروں گا۔"

کثرتِ نوافل

حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيُّ قَالَ : كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَقَالَ لِي : " سَلْ ". فَقُلْتُ : أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: " أَوَغَيْرَ ذَلِكَ ؟ " قُلْتُ : هُوَ ذَاكَ. قَالَ : " فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ ".

"سیدنا ربیعہ بن کعب (بن مالک) اسلمی نے کہا: میں (خدمت کے لیے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (صفہ میں آپ کے قریب) رات گزارا کرتا تھا، (جب آپ تہجد کے لیے اٹھتے تو) میں وضو کا پانی اور دوسری ضروریات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ (ایک مرتبہ) آپ نے مجھے فرمایا:

"(کچھ) مانگو۔" تو میں نے عرض کی:

میں آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ

جنت میں بھی آپ کی رفاقت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا: "یا اس کے سوا کچھ اور؟" میں نے عرض کی: بس یہی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم اپنے معاملے میں سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو۔" (صحیح مسلم:489)

موانعِ شفاعت

شریعت اسلام نے کچھ ایسے اعمال بھی بیان کئے ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ اللہ پاک ان کے لئے شفاعت کی اجازت نہیں دے گا۔ ان اسباب کو موانع شفاعت کہتے ہیں۔

ذیل میں ان امور کو بیان کیا جا رہا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو ان کاموں سے بچائے۔ آمین

شرک

﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾

"ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہر گز نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ بیشک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (سورۃ التوبہ:80)

﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾

"ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہو گا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔" (سورۃ غافر:18)

یہاں ظالم سے مراد شرک والا ظالم ہے۔

نماز نہ پڑھنا

قرآن مجید میں چار ایسے اعمال کا ذکر ہے جن کے کرنیوالے افراد کے لئے اللہ پاک سفارش کی اجازت نہیں دینگے اور کسی بھی سفارش کرنے والے کی سفارش یہ کام کرنے والوں کے کسی کام نہ آئے گی۔

ان میں سے پہلا کام نماز نہ پڑھنا ہے۔ جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے جہنم میں جانے والے مجرموں کے بارے میں سوال کریں گے۔ پھر جہنم کی طرف دیکھ کر جہنمیوں سے سوال کریں گے کہ تمہیں کس چیز نے سقر یعنی جہنم میں داخل کر دیا؟

﴿قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾ (سورۃ المدثر:43)

"وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں

تھے۔“

یعنی وہ اپنے بے نماز ہونے کا اقرار کریں۔

مساکین کو کھانا نہ کھلانا

پھر کہیں گے کہ

﴿وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ﴾ (سورۃ المدثر:44)

”اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔“

مذاق و تمسخر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنا

اپنے جہنم میں جانے کا تیسرا سبب یہ بتائیں گے کہ

﴿وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ﴾(سورۃ المدثر:45)

”اور ہم بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحث کیا کرتے تھے۔“

قیامت کا انکار

آخری سبب یہ بیان کریں گے کہ

﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ﴾(سورۃ المدثر:46)

”اور ہم جزا کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔“

اور وہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ انہوں نے اسی حال میں ساری زندگی گزار دی یہاں تک کہ انہیں موت آ گئی۔

اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ایسے افراد کے لئے کسی سفارش کرنے والے کی سفارش کام نہ آئے گی۔

﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾

”پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔“(سورۃ المدثر:48)

خلاصہ کلام

قیامت والے دن سفارش ہو گی مگر وہی کر سکے گا جسے اللہ پاک اجازت دیں گے نیز جس کے لئے اجازت ملے گی صرف اسی کی سفارش ہو سکے گی۔ شفاعت کی اجازت کئی ایک کو ملے گی جن میں قرآن و انبیائے کرام علیہم السلام وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام سفارشوں میں سب سے بڑی سفارش نبی کریم سیدنا محمد ﷺ کی ہو گی۔ اسے شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ توحیدی عقیدہ، اذان کا جواب، مدینے میں ایمان کی حالت میں موت اور کثرت نوافل کا اہتمام جسے امور کے حاملین کے نصیب میں یہ سعادت لکھی جائے اور شرک، نماز کی عدم ادائیگی، مساکین کو کھانا نہ کھلانا، بے ہودہ گفتگو والوں کے ساتھ مل کر وہی کچھ کرنا، انکار قیامت جیسے اسباب کی وجہ سے شفاعت سے محروم کر دیا جائے گا۔

اللہ پاک ہمیں ایسے اعمال سے محفوظ فرمائے اور شفاعت کا سبب بننے والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

علامہ علی طنطاوی لکھتے ہیں:

” طلبہ کو چاہیے کہ وہ روزانہ (کم از کم) پانچ صفحے مطالعہ کرنے کے عادی بنیں اور اسے کبھی ترک نہ کریں۔ میں پچاس سالوں سے مطالعہ کرتا آ رہا ہوں، جس کی یومیہ مقدار بیس صفحات سے کم نہیں ہوتی، بلکہ بچاس صفحات سے کم نہیں ہوتی۔ غور کرو پچاس سال میں روازنہ کیے گئے بیس صفحے کے مطالعہ کی مجموعی مقدار کیا ہو گی؟ ایک تہائی ملین سے بھی زیادہ۔

تعجب نہ کرو، بہت سے لوگ اس سے بھی زیادہ پڑھے ہیں، مثال کے طور پر عقاد کو دیکھو، وہ اس سے بھی زیادہ پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے۔ علمائے متقدمین کے مطالعے کی شرح چھوڑو، ان میں سے بہتوں کی تالیفات تو پچاس ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

جن طلبہ کو مکافہ یا والد کی طرف سے پاکٹ خرچ ملتا ہے، ان کو چاہیے کہ اس میں سے پانچ یا دس ریال ہر ماہ کتاب خریدنے کے لیے مختص کر لیں اور ہاں بہترین اور مفید کتابیں ہی خریدیں۔ (اگر ایسا کیے) تو فارغ ہوتے ہوتے اس کے پاس ایک چھوٹی سی لائبریری بن جائے گی۔ اور جن کے پاس روپے نہ ہوں تو ان کے لیے عام مکتبات کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور وہاں مفت مطالعہ کی سہولت بھی ہوتی ہے، اسی لیے وہاں جا کر مطالعہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (فصول فی الثقافۃ والأدب: ص 181-182)

☆☆☆☆

عثام بن علی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا:

" إذا رأيت الشيخ، لم يقرأ القرآن، ولم يكتب الحديث، فاصفع له، فإنه من شيوخ القمر» . قال أبو صالح: قلت لأبي جعفر: ما شيوخ القمر؟ قال: شيوخ دهريون، يجتمعون في ليالي القمر، يتذاكرون أيام الناس، ولا يحسن أحدهم أن يتوضأ للصلاة"

”جب تم کسی عالم کو دیکھو کہ وہ قرآن کریم نہیں پڑھتا اور حدیث نہیں لکھتا تو اس سے دور رہو وہ شیخ القمر ہے۔“

ابو صالح کہتے ہیں کہ

”میں نے ابو جعفر (راوی) سے پوچھا:

شیخ القمر کون ہے؟ آپ نے فرمایا:

”شیخ القمر اُن دہریہ لوگوں کو کہتے ہیں جو چاندنی رات میں جمع ہو کر تاریخی واقعات میں بڑی دون کی لیتے ہیں اور مسائل دینیہ میں ان کی جہالت کا یہ حال ہوتا ہے کہ اچھی طرح وضوء کرنا بھی نہیں جانتے۔“

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب: 1/67، والمحدث الفاصل: ص306)

☆☆☆☆

خواب میں اذان کی تعلیم

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تعمیر مسجد نبوی کے بعد سوچا گیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لیے وقت مقررہ پر کس طرح اطلاع کی جائے، چنانچہ یہود ونصاریٰ ومجوس کے مروجہ طریقے سامنے آئے جو وہ اپنی عبادت گاہوں میں لوگوں کے بلانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اسلام میں ان سب چیزوں کو ناپسند کیا گیا کہ عبادت الٰہی کے لیے بلانے کے لیے گھنٹے یا ناموس کا استعمال کیا جائے، یا اس کی اطلاع کے لیے آگ روشن کر دی جائے، یہ مسئلہ در پیش ہی تھا کہ ایک صحابی عبد اللہ بن زید انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ان کو نماز کے وقتوں کی اطلاع کے لیے مروجہ اذان کے الفاظ سکھا رہے ہیں، وہ صبح اس خواب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے آئے تو دیکھا گیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی دوڑے چلے آرہے ہیں اور آپ بھی حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ خواب میں ان کو بھی ہو بہو ان ہی کلمات کی تلقین کی گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان بیانات کو سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ خواب بالکل سچے ہیں، اب یہی طریقہ رائج کر دیا گیا، یہ خواب کا واقعہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد پہلے سال ہی کا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم یہ الفاظ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دو، ان کی آواز بہت بلند ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان: 603)

اس حدیث سے سیدنا عبد اللہ بن زید بن عبد رب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی کرامات ثابت ہوتی ہیں کہ کس طرح خواب میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو فرشتے کے ذریعے اذان کی تعلیم دی۔

سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کا خواب میں سیراب ہونا!

سیدنا ابو اسامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے شہادت کی دعا فرمایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ان کو سلامت اور غنیمت عطا فرمایا، چنانچہ ہم غزوہ میں شریک ہوئے اور سلامت رہے اور مال غنیمت حاصل کیے۔ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم روزے رکھا کرو، کیونکہ اس جیسا کوئی عمل نہیں ہے، چنانچہ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ ان کی بیوی اور ان کا خادم روزے رکھا کرتے تھے۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے باہلہ کی طرف بھیجا، چنانچہ میں وہاں پہنچا تو انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا، میں نے کہا اسی کھانے (خون) سے منع کرنے کے لیے آیا ہوں تو ان لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور واپس کر دیا، میں وہاں سے نکل گیا اور میں بھوکا اور پیاسا تھا، چنانچہ میں سو گیا۔ میرے خواب میں مجھے درود پیش کیا گیا، میں نے پی لیا اور سیراب ہو گیا اور میرا پیٹ بھر گیا، لوگوں نے کہا کہ تمہارے پاس ایک معزز آدمی آیا اور تم نے اس کو لوٹا دیا، انہوں نے کھانا اور پانی لے آئے، میں نے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھلایا اور پلایا ہے، انہوں نے میرا حال دیکھا تو وہ سب کے سب ایمان قبول کر لیے۔ سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کثرت سے صدقہ وخیرات کرتے تھے، ایک دفعہ ان کے پاس صرف 3 دینار تھے اور یکے بعد دیگر 3 سائل آئے، انہوں نے ہر ایک کو ایک ایک دینار دیا اور شام کے کھانے کے لیے کچھ بھی پیسے نہ تھے چنانچہ انہوں نے شام کا کھانا ادھار لیا، واپس گھر آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے تکیہ کے نیچے اللہ عزوجل نے 300 دینار پہنچا دیا، اس پر اہل خانہ اللہ کا شکر ادا کیا۔ (سیر اعلام النبلاء: 3/359)

سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کی کرامت بلکہ کرامات ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ پاک نے کس طرح ان کو حرام کھانے سے بچا کر خواب میں سیراب کر دیا جو دیکھنے والوں کے لیے ایمان لانے کا سبب بنے اور صدقہ کے صلہ میں اللہ کریم نے کسی طرح نقد برکت عطا فرمائی اور تین دینار صدقہ کرنے پر 300 دینار ان کے تکیہ کے نیچے پہنچا دیے۔ یہ تو دنیا کا اجر وثواب ہے اور آخرت کا اجر وثواب تو محفوظ ہے جو اس سے بہت زیادہ ہے۔ ان شاء اللہ

سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی نعش کو زمین نے اپنے اندر چھپالیا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند مشرکوں اور کفار نے چند دین کے داعیوں کو ان کے پاس بھیجنے کی خواہش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو ان کی طرف بھیجا، لیکن انہوں نے راستے ہی میں دھوکے دیا اور ان پاکباز ہستیوں کو مار پیٹ شروع کر دی اور سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر انہیں فروخت کر دیا اور ان لوگوں نے انہیں خریدا جن کے اقارب کو مسلمانوں نے جنگ بدر میں قتل کر دیا تھا اور حرمت

کے مہینے رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے گزرنے کے بعد مقام تنعیم میں ان دونوں صحابہ کو بے دردی سے شہید کر دیا۔ ایک بدبخت نے پوچھا کہ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہاری جگہ رسول اکرم ﷺ ہوں اور تم اس سولی سے چھوٹ جاؤ؟ تو ان دونوں صحابہ نے یہی جواب دیا کہ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ ہماری جان بچ جائے اور اس کے بدلہ میں سیدنا محمد ﷺ کے پائے مبارک میں ایک کانٹا تک چبھے!

سولی پر چڑھائے جانے سے قبل سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت چاہی جو ان کو مل گئی اور سولی پر چڑھنے کے بعد سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے چند اشعار کہے جس میں اپنی اولو العزمی اور مشرکین وکفار کے لیے بد دعا کی، سولی دینے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے سیدہ امیہ بن ضمری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ان کی نعش کو مدینہ لا سکتے ہو؟ چنانچہ اس کے لیے وہ روانہ ہوئے اور رات کی تاریکی میں درخت پر چڑھ کر ان کی نعش کی رسی کو کاٹا، ان کا جسد اطہر زمین پر گرا جب وہ درخت سے اترے تو زمین پر نعش نہیں تھی۔ گویا کہ زمین شق ہو کر ان کو اپنے اندر سمولی ہے۔ (خلاصہ، سیر اعلام النبلاء: 1/246)

اس موقع پر سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے جو اشعار کہے میرے استاذ محترم علامہ ابو البیان حماد العمری مد ظلہم العالی نے اردو زبان میں ان کا ترجمہ کیا ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمایئے:

مولانا حماد کا منظوم ترجمہ

پر ہول سماں اور یہ مجمع کا میدان — اللہ تری شان ہے اللہ تری شان
ہر سمت سے اعداء نے مجھے گھیر لیا ہے — ہیں حملہ کناں مجھ پہ بہ سازو سروسامان
سینوں میں بھڑک اٹھی عداوت کی چھپی آگ — جس آگ سے بن جاتا ہے انسان بھی شیطان
ہیں میرے لیے دارو رسن طوق وسلاسل — اور جرم مرا صرف یہی، میں ہوں مسلمان
اعداء ہیں کہ لائے ہیں زن وطفل و جواں کو — سینوں میں لیے بیٹھے ہیں سب بغض کا طوفان
سولی کا مجھے خوف نہ پھانسی کا مجھے ڈر — ہے روح مری بہرہ ور لذت ایمان
ہے کفر اُدھر اور اِدھر مرگ شہادت — ہے میرے لیے کفر سے تو موت ہی آسان
آنکھوں سے رواں اشک مسرت ہیں مسلسل — اللہ کے رستے میں نکلتی ہے مری جان
واللہ میں دشمن سے کبھی دب نہیں سکتا — اور مرگ شہادت سے نہیں ہوں میں ہراسان
اک جان کا کیا غم؟ جو ہوں سو جاں بھی مرے پاس — اللہ پہ، اللہ کے محبوبؐ پہ قربان
کیوں موت سے گھبراؤں بہرحال ہے مرنا — پرآتش دوزخ کا مجھے خوف ہے ہر آن
تیغوں کے یہ زخم اور یہ نیزوں کے کچو کے — فردوس درآغوش ہیں اور خلد بداماں
کرتا ہے مرے عزم وتوکل کی جو وہ جانچ — بخشے گا مجھے صبر کی توفیق بھی رحمان
کیا غم ہے مرے گوشت کے اڑتے ہیں جو پرزے — اب عیش دو روزہ کی مجھے آس نہ ارمان
اس غربت وکربت کی ہے اللہ سے فریاد — ہرحال میں ہے صرف وہی میرا نگہبان
ہر چند کہ میں نرغۂ اعداء میں گھرا ہوں — لیکن نہیں ہو گا متزلزل مرا ایمان
جینے کی مجھے فکر نہ مرنے کا کوئی غم — جیتا بھی تھا، مرتا بھی ہوں میں بن کے مسلمان
چاہے کسی پہلو پہ گروں راہِ خدا میں — ہو جائے گی حاصل مجھے خوشنودئ رحمان
اللہ نے چاہا تو ہر ایک جزوِ بدن سے — ابلے گا زبس خیر کا برکات کا طوفان
پیش آئی ہے، جب مجھ کو بلا راہِ خدا میں — حیران ہوں میں اس پہ ذرا بھی، نہ پریشان

(ماخوذ: از مولانا ابو البیان حماد عمری، شخصیت اور ادبی کارنامے؛ مقالہ پی ایچ ڈی، محمد عمری، ایم اے، پی ایچ ڈی)

ہوشیار پور سے جناب غلام اللہ کاتب لکھتے ہیں:

1880ء سے 1916 تک مولوی عطاء محمد و مولوی عمر دین و میاں عبد اللہ مرحومین و جناب مولوی الٰہی بخش وکیل 1919ء تک ہوشیار پور میں فرداً فرداً اہل حدیث رہے۔ اول الذکر حضرات نے اہل ہوشیار پور سے بہت تکلیفیں اٹھائیں، حتی کہ سنہری مسجد ہوشیار میں حضرت مولانا عطاء محمد کو لوگوں نے مارا بھی تھا۔ تب سے بوجہ کمزوری اہلحدیث جمعہ کی نماز پریم گڈھ میں پڑھتے رہے۔

1911ء میں خاکسار کو بھی مولوی الٰہی بخش صاحب مرحوم کی صحبت سے فیض حدیث حاصل ہو کر اہل حدیث سے محبت ہو گئی۔ بس پھر کیا تھا دن رات حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کا شوق بڑھتا گیا اور نور ایمان میں ترقی ہوتی گئی۔ 1912ء میں خاکسار اور دیگر احباب نے ایک مسجد ڈھابہ والی ہوشیار پور کو (جو بالکل چھوٹی اور بے آباد تھی) مل جل کر فراخ کیا اور اس میں نماز پڑھتے رہے۔ 1914ء میں جب کہ مسجد مذکور کی آبادی و رونق قابل رشک ہوگئی اچانک چند مخالف لوگوں نے وہاں نماز ادا کرنے سے مجھے اور میرے احباب کو روکا۔ بہت سمجھایا کہ یہ خدا کا گھر ہے اس میں سب کے حقوق برابر ہیں لیکن کسی نے نہ مانا۔ بالآخر میں نے اور احباب نے وہاں نماز پڑھنا مجبوراً چھوڑ دیا۔ 1915ء میں محلہ پیر پھلاہی میں اخبار اہل حدیث کے خریدار مولوی امام الدین سے میری ملاقات ہوگئی حالات مذکورہ بیان کر کے میں نے بمشورہ مولوی الٰہی بخش صاحب مرحوم انجمن اہل حدیث قائم کر دی ادھر مولوی امام الدین کے محلہ پیر پھلاہیی میں ایک چھوٹی سے غیر آباد مسجد تھی انہوں نے کہا کہ افراد اہل حدیث یہاں نماز ادا کر لیا کریں۔ 1915ء سے متواتر انجمن اہل حدیث ہوشیار پور کے جلسے بھی ہوتے رہے اور نمازیں بھی اسی مسجد میں ادا ہوتی رہیں۔۔۔۔ اپریل 1922ء ماہ رمضان کی چھٹی رات کو جب کہ افراد اہل حدیث نماز تراویح میں قرآن سن رہے تھے یکایک ارائیں قوم کا ایک جم غفیر لاٹھیوں اور حقّوں سے مسلح مسجد کے قریب آ بیٹھا جوں ہی نماز ختم ہوئی افراد اہل حدیث کو مارنا شروع کر دیا اور کہنے لگے یہاں اہل حدیث کو مطلق نماز نہیں ادا کرنے دیں اور مسجد کو قفل لگا کر رکھیں گے۔

اس ہنگامے میں خاکسار کو بہت چوٹیں آئیں۔ مجھے ہسپتال پہنچایا گیا علاج معالجہ ہوا۔ دوسری رات پھر اہل حدیث اسی مسجد میں تراویح کے لئے پہونچے تو انہیں بھگا دیا گیا اہل حدیث نے باہر کھیتوں میں نماز ادا کی۔

اس کے بعد اہل حدیث ہوشیار پور کے پاس کوئی مرکز نہ رہا، بہت فکر رہا۔ 25 دسمبر 1922ء خاکسار نے ایک عام اجلاس منعقد کیا اور مالی مدد کی اپیل کی۔ لوگوں نے کافی تعاون کیا جن میں مولوی امام دین، مولوی اکرام الحق، چوہدری نور بخش جٹ، مسٹر علی بخش، ڈاکٹر خلیل الرحمن ڈنٹسٹ، میاں عبد اللہ، میاں رحمت اللہ، چوہدری بڈھا، چوہدری کریم بخش، چوہدری بابو، میاں نظام دین، بابو رحمت علی، میاں اسماعیل، شیخ سردار محمد، میاں فتح محمد کندن ساز اور خاکسار شامل ہیں۔ اب مسجد کی تعمیر کے لئے جگہ کی تلاش ہو رہی ہے۔ (اہل حدیث امرتسر 26 جنوری 1923ء ص 11) اور چار سال بعد جناب غلام اللہ نے بتایا۔ ہوشیار پور میں مسجد اہل حدیث کی بڑی ضرورت تھی اللہ کی
مہربانی سے ۔۔۔ مسجد کے لئے زمین خریدی گئی، کنواں لگ گیا ہے باقی کام ہو رہا ہے۔ ہم برادران احناف کے ان مظالم کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی مساجد سے روکنے پر ہم پر کئے۔ (اہل حدیث 29 اپریل 1927ء ص 15)

پیغمبر پور اور سمیلا

جناب محمد عبد الوہاب مدرس مدرسہ محمدیہ عربیہ دیوڈہا ضلع دربھنگہ لکھتے ہیں:

دربھنگہ سے 12-14 میل واقع پیغمبر پور ایک موضع ہے۔ 1295ھ میں ایک راجپوت بزرگ حاجی عبد العزیز نو مسلم یہاں آئے۔ ان کا وطن ڈومری علاقہ مدھوبنی تھا، بعد قبول اسلام مولانا محمد ابراہیم آروی کی صحبت کے فیض سے پکے موحد اور متبع سنت ہوئے۔ پیغمبر پور میں ایک شب مولوی عبد العزیز اور منشی اصغر سے تقلید شخصی پر بحث ہوئی اور پھر منشی اصغر بھی اہل حدیث ہوگئے اور کئی برس مولوی حکیم محمد اسحاق موحد رئیس دربھنگہ کی خدمت میں رہے جس سے آپ مزید پکے موحد ہوگئے۔ بعدہ مکان آئے اور تبلیغ کرنے لگے۔ احناف سخت دشمن ہوئے، آزار کے درپے ہوئے حتی کی والد نے ان کو مع اہلیہ گھر سے نکال دیا۔ پھر ایک رفیق شیخ مولا بخش کے یہاں (جو اسی خاندان سے اہل حدیث ہوئے تھے) قیام کیا اور کام کرتے رہے۔ ایک انجمن بنا کر

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولوی اسحاق کو بلا کر وعظ کرواتے۔ نتیجتاً پیغمبر پور باڑہ سمیلا، نرائن پور نذر محمد آباد، نزراپالی، کرہارا، رانی پور، کنور، کلوڑا، چریا، راجباندھ، بسوریا، نور چک، کرھیٹا۔ اسراہا، کھرایان، بگھا، مولا نگر وغیرہ مواضعات میں ان کی وجہ سے کچھ لوگ اہل حدیث ہوئے۔ بارہ سمیلا میں احناف نے اہل حدیث زبردست حملہ کیا اور مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ پھر ایک غریب اہلحدیث شیخ جماعت علی کے دالان میں نماز قائم کرتے۔ کچھ روز بعد بعض بااثر لوگوں کی مداخلت سے مسجد میں جانے کی اجازت ملی۔ پھر احناف نے مسجد میں بلوہ کرا دیا۔ جماعت نے اپنے حقوق کا دعوی عدالت دیوانی در بھنگہ میں کیا جس میں اہل حدیث کامیاب ہوئے اور نماز خوانی اور امامت کی ڈگری ملی۔ احناف نے اپیل کی مظفر پور ججی میں۔ وہاں بھی فیصلہ بحال رہا۔ بعد ہائی کورٹ کے احناف لوگ بیٹھ گئے اور باز آ گئے پس اہل حدیث مسجد میں داخل ہو کر اذان دے کر امامت جمعہ کرانے لگے (یہ فیصلہ ہائی کورٹ چھپ گیا تھا مولوی ضیاء الرحمن کلکتہ سے مل سکتا تھا)۔ (اہلحدیث امرتسر 11 دسمبر 1925ء ص10۔11)

وزیر آباد

حافظ عنائت اللہ گجراتی بتاتے ہیں:۔

دسمبر 1928ء کا ذکر ہے کہ ایک دیوبندی مولوی صاحب جو حکیم بھی تھے اور مسجد ککے زئیاں وزیر آباد میں امام و مدرس بھی تھے۔ چونکہ ذی علم اور نیک تھے اس لئے میں جب کبھی وزیر آباد جاتا تو موصوف کے درس میں ضرور حاضر ہوتا۔ ایک روز درس کے بعد اتفاقیہ فاتحہ خلف الامام پر مکالمہ شروع ہو گیا۔ موصوف نے فرمایا کہ نص قرآنی کی رو سے اس کا سماع ضروری ہے۔ میں نے کہا کہ جب جہر ہی نہیں تو سماع کیسے؟ فرمایا کہ سری نمازوں میں پڑھ سکتا ہے۔ میں نے کہا پنج گانہ نمازوں کی کل سترہ رکعات ہیں جن میں سے گیارہ رکعتوں میں آپ نے اجازت دے دی، صرف چھ رکعتوں میں نہیں۔ اچھا تو جہری رکعتوں میں بہروں اور پچھلی صفوں کا کیا حکم ہے۔ چونکہ اصولاً سماع شرط قرار پا چکا تھا اس لئے موصوف کو فرمانا پڑا کہ وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ میں نے کہا امام کے سکتوں میں کیا حکم ہے، تو اس پر بہت دیر تک بات چیت کے بعد بالآخر فرمایا کہ اجازت ہے۔ تب میں نے کہا کہ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ مکالمہ بابرکت ختم ہوا جس پر ہم سب نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ زوال کے قریب ہم واپس ہوئے اور یہ خبر شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ موصوف سے جامعہ مسجد حنفیہ ریلوے روڈ میں جواب کا مطالبہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حنفی مذہب کے خلاف کسی بات کا اقرار نہیں کیا جس کسی نے کوئی بات کرنی ہے وہ میرے پاس گھر آئے۔ مگر سب جاہل تھے بات کون کرے۔ آخر ان لوگوں نے مولوی صاحب کو نکال دیا جس کا مجھے بے حد افسوس ہوا۔ (جسر البلیغ۔ ص66۔67)

بانس بریلی

اہل حدیث امرتسر کے نامہ نگار 1932ء میں بتاتے ہیں کہاس شہر میں مسلمانوں کی آبادی تخمیناً ستر ہزار کی ہے۔ ان مسلمانوں میں کثیر تعداد ان احناف کی ہے جو عقیدۃً مولوی احمد رضا کے معتقد اور پیروکار ہیں۔ ان سے کم تعداد احناف دیوبند کی ہے۔ کچھ اہل حدیث بھی ہیں۔ شہر میں جس قدر مساجد ہیں ان میں سے زیادہ تر مساجد زیر اثر جماعت رضائیہ کی ہیں ۔۔۔۔۔ ہر دو گروہ مذکورہ اہل حدیث کو غیر مقلد وہابی کہتے مانتے ہیں اور کسی مسجد میں آمین بالجہر و رفع یدین نہیں ہوتی ہے۔ ہر دو گروہ کی مساجد میں اہل حدیث کے داخلہ کی ممانعت ہے، یعنی عام اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی عامل بالحدیث اتفاقیہ داخل مسجد ہو کر شریک جماعت ہو کر آمین بالجہر کہے اور رفع یدین کرے تو بعد جماعت اس کو بجبر نکال دیا جاتا ہے، اگر نہ نکلے تو پیٹا جاتا ہے۔ جماعت رضائیہ کے لوگ تو غیر مقلد کے داخلہ کی وجہ سے مسجد کے فرش کو دھوتے ہیں۔ (اہل حدیث امرتسر 15 اپریل 1932ء۔ ص8)

کاسگنج ضلع ایٹہ سے ایک دفعہ مرزا امام بیگ نے لکھا:

یہاں چند نفر اہل حدیث ہمارے رہنمایاں اسلام علماء کرام کے دلوں میں کھٹک رہے ہیں اور ہمارے اوپر نت نئی بلائیں ڈالنا چاہتے ہیں۔ 2، اکتوبر 1929ء کو اشرفی میاں کچھوچھوی نے یہاں آ کر اہل حدیث پر ہر طرح کی ملامت اور لعنت کی بوچھاڑ کی۔ 18 نومبر 1929ء کو ایک تقریب میں میں مولوی مفتی نثار احمد آگرہ و مولوی حبیب اللہ عرف عکن ایٹہ و مولوی آفاق حسین ولد اشتیاق حسین ڈپٹی نہر گنگ مدعو تھے۔ مفتی نثار احمد تو خاص کر مقدمہ آمین بالجہر کی ناکامیابی کی جو جلن ان کے دل میں تھی اس کو نکالنے آئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیان میں اہل حدیث کے بارے میں بہت زہر اگلا۔ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان لا مذہب اہل حدیثوں کی وجہ سے تمہاری نمازیں خراب ہوتی ہیں، ان کو اپنی مسجدوں سے روک دو۔ آمین بالجہر و رفع یدین قطعی ناجائز ہے، میں نے ان مسائل کی تردید میں ایک کتاب تیار کی ہے اسے لوگوں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ دوسرے روز شہر کے ہر محلہ کے سربر آوردہ لوگوں کو بلا کر اشتہار اور کتابیں تقسیم کیں۔ اور بہت سے لوگ گھروں میں اشتہار تقسیم کرنے پر مامور کئے گئے جو گھر گھر کتابیں اور اشتہار سناتے پھرتے ہیں جس کی وجہ سے بدامنی واقع ہو جاتی ہے۔۔۔

29 مارچ 1935ء کا واقعہ ہے کہ مسمی صلاح الدین اہل حدیث عصر کی نماز پڑھنے مسجد آرہا تھا۔

لائبریری کے سامنے سڑک پر اسے دیکھ کر چند افراد نے لفظ اہل خبیث کا استعمال کیا اور اسے جوتے و گھونسے و تھپڑ رسید کئے۔ پھر محلہ کے رسمی احناف نے یہ مشورہ کیا کہ جو اہل حدیث نماز کو آوے اس کو مارو، اور ستار علی خان متولی وقف مسجد (اہل حدیث) اگر آوے یا مکان سے باہر نکلے تو اس کو خوب بنالو۔ اب مسجد اہل حدیث کے راستوں میں چند شہدے لفنگے بر سر پیکار ہر وقت گشت میں رہتے ہیں۔ اور ان کے خوف سے جو چند اہل حدیث ہیں، مسجد تک نہیں جانے پاتے۔ (اہل حدیث امر تسر 13 دسمبر 1929ء۔ ص 7؛ 14 جون 1935ء۔ ص16)

مئو آئمہ سے 1935ء میں جناب محمد قمر الدین نے لکھا:

قصبہ مئو آئمہ ضلع الہ آباد میں ایک کثیر تعداد قوم مومن آباد ہے۔ جماعت اہل حدیث کا بھی ایک محلہ ہے۔ ہمیشہ آپس میں نہایت اتفاق و اتحاد سے زندگی بسر ہوتی تھی۔ انجمن تنظیم الانصار بھی مشترکہ قائم ہوگئی جس کے متعدد جلسے ہوئے۔

مولانا عاصم بہاری جیسے نامی لیڈران قوم تشریف لائے اور دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ مگر اب کچھ عرصہ سے قصبہ کی برادری کی عجیب حالت ہوگئی ہے۔ دو ایک مفسد مولوی اندر ہی اندر نفاق کا بیج بوتے رہے۔

چنانچہ اس وقت برادری کے دونوں فرقوں میں کچھ پنچائتی جھگڑے کچھ مذہبی مغائرت کے باعث حد سے زائد کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ قوم مومن احناف نے غریب جماعت اہل حدیث قوم مومن کا حقہ پانی، کھانا پینا، لین دین، روزی روزگار، شادی بیاہ سب بند کر دیا اور طرح طرح کے ان پر ظلم کر رہے ہیں۔ ایک مقدمہ فوجداری کا بھی ان پر دائر کر دیا ہے۔

(اہل حدیث امر تسر 30 اگست 1935ء ص10)

کینڈرپارہ سے محمد داؤد، میر محمد شریف، محمد عبد الواحد نے مختلف اوقات میں بتایا:

کیندرہ پارہ میں سخت مخالفت کی وجہ سے احناف و اہل حدیث کے مابین جو حادثے گذر چکے ہیں وہ ایک ایسی جگر پاش داستان ہے جس کے اظہار سے زبان قلم عاجز ہے جماعت اہل حدیث خانہ خدا میں زدوکوب کے بعد نکال دی گئی۔ عدالت میں فوجداری مقدمہ دائر ہوا جس میں اہل حدیث کامیاب ہوئے۔ پھر دیوانی مقدمہ پیش آیا، اس میں کامیابی ہوئی۔ پھر مخالفین نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی جو نامنظور ہوئی۔

(اہل حدیث 25 جنوری 1935ء ص14؛ 5۔ اپریل 1935ء ص 13؛ 2۔ اگست 1935ء ص 14؛ 10 جنوری 1936ء ص14)

کینڈرپارہ ہی کے تعلق میں ابو القاسم العربی خالد بن محمد سعید صدیقی لکھتے ہیں:

نومبر 1934ء میں بروز جمعہ جامع مسجد کیندرہ پارہ (ضلع کٹک اڑیسہ) میں انجمن احناف کا جلسہ ہوا جس میں تین سو سے زائد تعداد میں احناف شامل تھے۔ امام مسجد مذکور جماعت اہل حدیث پر خوب برسے اور ریزولیوشن پاس کرایا کہ آئندہ اس مسجد میں کوئی وہابی (اہل حدیث) نماز نہ پڑھے۔ اگر پڑھے تو رفع یدین آمین نہ کرے، اگر ایسا کرے تو گردن سے پکڑو اور دھکیل کر باہر نکال دو۔ جلسہ برخواست ہونے پر اذان ہوئی اہلحدیث بھی نماز ادا کرنے کے لئے شامل ہوئے اور نماز ادا کی، آمین وغیرہ کی۔ اس وقت کسی نے کچھ نہیں کہا۔ پھر 2 دسمبر کو اعلان کیا گیا کہ کوئی وہابی (اہل حدیث) مسجد میں نہ آئے اور اشتہار بھی چسپاں کرا دیئے گئے۔ لیکن مسجد کو خانہ خدا سمجھ کر عوام مسجد میں جاتے رہے۔ 3 دسمبر کو بعض آدمی اہل حدیث خیال کے مسجد میں گئے، مگر احناف نے نکال دیا۔ آخر انہوں نے بعد میں علیحدہ جماعت کرائی۔

4/ دسمبر کو عصر کی نماز ہوئی۔ اس میں ایک بارہ سالہ بچہ ظفر الحق بھولے سے جماعت میں شامل ہوا، جس کو بعد ختم جماعت اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا۔ 4 دسمبر کو حکام وقت کے ہاں جماعت اہل حدیث نے درخواست کی۔ وہاں سے اجازت حاصل کر کے نماز مغرب کے لئے مسجد کو گئے، مگر مانعین (احناف) نے مسجد کے دروازے کے آگے خوب لاٹھیوں سے زدوکوب کیا۔ خوش قسمتی سے حکام نے وقت پر پہنچ کر حالات پر قابو پالیا، ورنہ خدا جانے کیا ہوتا۔

(اہل حدیث امر تسر 5 جنوری 1935ء میں ص16۔17)

جناب ثناء اللہ عمری لکھتے ہیں:

مولوی ابو القاسم خالد العربی رحمانی 1930ء میں بھدرک صوبہ اڑیسہ کے مشہور مقام پر تشریف لائے اور دعوت توحید اور کتاب و سنت کی تبلیغ میں لگ گئے۔ آئے دن مناظرہ و مباحثہ ہونے لگا، کامیابی اہل حدیث کی ہوتی رہی اور ان کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ یہ تبلیغ اور نشر و اشاعت صوبہ اڑیسہ کے گوشہ گوشہ میں ہونے لگی۔ کبھی تقریر، کبھی کتب احادیث کی اشاعت، کبھی رسائل و اشتہار سے۔ کبھی ابو القاسم خالد کے قتل کی سازش ہوئی، کبھی رہائش گاہ کو آگ لگائی گئی۔ مگر آپ نے کسی کی پرواہ نہ کر کے تبلیغ کتاب و سنت کو جاری رکھا۔ دن بدن مخالفت بڑھتی گئی۔ کیندراپاڑہ میں برادران احناف نے ظلم و ستم کی ایک نئی مثال قائم کی، مولانا صاحب پر اتنی مار پڑی کہ آپ کا لباس خون سے تربتر ہوگیا۔ معصوم بچے بھی اس ظلم و ستم سے نہ بچ سکے۔ لیکن ان مصائب کا نتیجہ بالکل الٹ نکلا۔ بجائے اس کے کہ توحید پرست ہراساں ہوں، ان کا جوش بڑھتا گیا۔۔ مسجد جانے پر پابندی لگائی گئی، اہل حدیث پر مقدمہ چلایا گیا مگر خدا کے فضل سے جماعت اہل حدیث ہی کو کامیابی ہوئی۔ اڑیسہ میں ایک مقام خورہ ہے یہاں کے احناف بھی

اہل حدیث کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان پر مختلف الزام لگاکر مقدمہ چلایا گیا۔ یہاں بھی ڈگری جماعت اہل حدیث کو ملی۔ بھدرک، کیندرہ پاڑہ اور خوردہ روڈ کے مقدمات کا فیصلہ اہل حدیث کے حق میں ہوا اور قانون بن گیا کہ آئندہ کسی مسجد میں اہل حدیث کو جانے سے نہ روکا جائے۔ (ابو القاسم عربی کی وفات 28۔ اکتوبر 1992۔ 10 جمادی الاولی 1413ھ کو ہوئی)(نذرانہ اشک۔ ص291۔301)

امرتسر

1938ء میں کیم، دو اور تین نومبر 1937ء کو امرتسر میں بریلوی حضرات کا جلسہ ہوا جس میں اہلحدیث کی شدید مخالفت کی گئی۔ مولانا ثناء اللہ کے متعلق خاص طور پر سخت الفاظ استعمال کئے گئے۔ اس جلسے کے دوسرے دن 4 نومبر کو امرتسر کی جماعت اہلحدیث نے وہاں کی مسجد مبارک میں جلسہ کرنے کا اعلان کیا۔ جلسے کا مقصد محض ان اعتراضات کا جواب دینا تھا جو جماعت اور اہل حدیث مسلک پر کئے گئے تھے، مقرر مولانا ثناء اللہ تھے اور جلسے کا وقت بعد نماز عصر تھا۔ مولانا اپنے پوتے رضاء اللہ کے ساتھ وہاں پہنچے۔ تانگے سے اتر کر وہ ڈاکٹر محمد اسحاق کے ساتھ مصافحہ کرنا چاہتے تھے کہ ایک شخص قمر بیگ نے ان پر ٹوکے سے دووار کئے۔ مولانا زمین پر گر گئے اور لہولہان ہو گئے۔ حملہ آور بھاگ گیا۔ مولانا کو کچھ ہوش آیا تو فرمایا کہ میری طرف سے حملہ آور پر مقدمہ نہ دائر کیا جائے۔ لیکن پولیس نے اور جماعت اہل حدیث کے بعض لوگوں نے اپنی طرف سے مقدمہ دائر کر دیا۔ قمر بیگ کو 27 جنوری 1938ء کو گرفتار کر کے کلکتے سے امرتسر لایا گیا اور اس پر مقدمہ چلا۔ استغاثہ کے وکیل میاں عبد العزیز مالوادہ تھے۔ 6۔ اپریل 1938ء کو اسے چار سال کی قید ہوئی۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کے دوران قید مولانا اس کے خاندان کی ماہانہ مالی مدد کرتے رہے۔ رہائی پر اسے معلوم ہوا تو وہ بہت نادم ہوا اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا طلب گار ہوا۔ (میاں عبد العزیز مالواڈہ۔ ص255۔256)

رائے درگ

جناب ثناء اللہ عمری، سید اسماعیل رائے درگی کے حالات میں بیان کرتے ہیں کہ

1926ء میں آپ رائے درگ آگئے۔ جہاں احناف نے اہل حدیث کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ اس مقدمہ کی تفصیل یہ ہے کہ دانباڑی ضلع شمالی آرکاٹ کے ایک رئیس تاجر چرم چاند صاحب نے رائے درگ میں ایک مسجد بنوائی جو مسجد چوک کے نام سے مشہور ہوئی۔ بانی مسجد نے وسعت ظرفی سے کام لیتے ہوئے اجازت دی کہ ہر مسلک کے لوگ اس میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہا، مگر جب مولوی عبد الوہاب شیرازی کے وعظ و تبلیغ سے رائیدرگ اور گنتکل وغیرہ مقامات کے لوگ اہل حدیث ہونے لگے، تو رائے درگ کے احناف نے اہل حدیث کو اس مسجد میں آنے سے روکا اور مار پیٹ کی۔ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ مولوی سید اسماعیل سرسی سے انہی دنوں رائیدرگ لوٹے تھے۔ انہوں نے اس مقدمہ میں بڑی دلچسپی لی اور مقامی رئیس ایم فتح محمد اور جناب عبد السلام بلہاری نے اس مقدمہ میں مولانا کی بھرپور تائید کی دامے درمے دل کھول کر امداد کی۔ عدالت نے فیصلہ اہل حدیث کے حق میں دیا اور لکھا کہ جماعت اہل حدیث اور اس کے افراد کو بھی اس مسجد میں اتنا ہی حق ہے جتنا کہ کسی دوسری جماعت کا ہے یا ہو سکتا ہے۔ (نذرانہ اشک)

فتویٰ موسومہ انتظام المساجد

انتظام المساجد والا فتوی، فتاوی قادریہ میں موجود ہے۔ لکھا ہے:

کتاب اشباہ نظائر میں ہے کہ جو شخص لوگوں کو زبان سے ایذا پہنچاوے اس کو مسجد سے نکال دینا چاہیے۔ پس جب کہ روکنا مسجد سے بسبب بوئے پیاز اور طواف سے بہ سبب علت جزام اور نکالنا واعظ کا بہ سبب عدم امتیاز ناسخ و منسوخ اور زبانی ایذا دینے والے کا نکالنا شرعاً درست ہوا تو غیر مقلدوں کو جو جامع امور مذکورہ کے ہیں نکالنا بطریق اولی درست ہوا۔ اور نیز بہ سبب لحوق اس مرض باطنی کے جو جزام سے بڑھ کر ہے اور مساجد میں ان کے آنے سے فتنہ اور فساد برپا ہوتا ہے خدا مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا۔ قال اللہ تعالی واللہ لایحبّ المفسدین (یعنی خدا تعالی اپنی کلام پاک میں فرماتا ہے کہ اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کرنے والوں کو)۔ پس اس فرقہ فسادی کا مساجد سے نکالنا بموجب آیات اور احادیث اور روایات فقہیہ کے درست ہوا، راقم محمد لودیانوی (فتاوی قادریہ ص 53۔56)

لدھیانہ بمقابلہ گنگوہ

لدھیانوی حضرات اپنے دور کے رئیس الاحناف دیوبند یہ جناب رشید احمد گنگوہی کے بھی سخت ناقد تھے۔ ان کے کئی فتوے جناب گنگوہی کے خلاف موجود ہیں۔ مثلاً فتوی دافع الوسواس الخناس عن من انکر الاحتیاطی من الناس یوں ہے:۔

سوال۔ کیا فرتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت نماز بنیت فرض ظہر بعد جمعہ کے اس ملک ہند میں پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور جو مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس کے عدم جواز کا فتوی دے کر لکھا ہے کہ اس کا پڑھنے والہ دین سے بے پرواہ ہے، مقبول ہے یا مردود۔

جواب: اس ملک ہند میں عموماً سلطان کا ہونا جو مذہب حنفیہ میں واسطے جمعہ کے شرط ہے بالکل مفقود ہے اور مصر کی تعریف میں بھی بہت بڑا اختلاف ہے لہذا علماء احناف کے نزدیک فتوی اسی پر ہے کہ چار رکعت نماز بعد نماز جمعہ بنیت فرض ظہر پڑھی جاویں۔۔۔۔ ثابت

ہوا کہ ظہر کا پڑھنا بعد جمعہ کے امر ضروری ہے پس فتوی مولوی رشید احمد گنگوہی کا جو اس کے عدم جواز پر ہے بالکل مردود ہے۔

غیر مقلدین کی طرح ظاہر احادیث پر نظر کر کے اپنی رائے کو فقہاء پر مقدم کرنے کا نام تحقیق نہیں بلکہ محقق وہ لوگ ہیں کہ فقہاء کے قول کا ماخذ ادلہ شرعیہ سے ثابت کر دیتے ہیں۔ دیکھو صاحب عینی اور محقق ابن ہمام جو علم حدیث میں اپنا نظیر نہیں رکھتے کیا فرماتے ہیں:

فإذا اشتبه علی ا لإنسا ن ذلك ینبغي أن یصلي أربعاً بعد الجمعة... الخ..

خلاصہ ان دونوں محدثین کے کلام کا یہی ہے کہ چار رکعت بعد جمعہ کے بنیت فرض ادا کی جاویں۔ اگر بالفرض مولوی رشید احمد کا فتوی مقبول قرار دیا جائے تو جمیع علماء حنفیہ عموماً اور محقق ابن ہمام اور صاحب عینی خصوصاً معاذ اللہ دین کے پیشوا دین سے بے پرواہ ٹھہرے: کبرت کلمة تخرج من أفواھھم۔

محمد لدھیانوی۔(فتاوی قادریہ ص137۔140)

اور اس پر جناب عبد اللہ لدھیانوی نے لکھا ہے:

بلاشبہ پڑھنا ظہر کا بعد جمعہ کے ضرور ہے مولوی رشید احمد نے جب 1301ھ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان صالح تحریر کیا اس عاجز کو نہایت فکر ہوا کہ ایسے شخص کو جو اپنے کلمات کے ضمن میں پیغمبری کا دعوی کر رہا ہے، مولوی صاحب نے کیسے مسلمان صالح قرار دیا۔

جناب الٰہی میں دعا کر کے سو گیا۔ خواب میں یہ معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بد شکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی رشید احمد یہی ہے۔

اسی زمانہ سے فتوی انکے اکثر غلط مناقص بادیگرے حیز وجود میں آئے۔ الراقم عبد اللہ لو دیانوی (فتاوی قادریہ: ص140)

ایک فتوی یوں ہے:

کیا فرماتے ہیں فقہاء حنفی اس فتوی کی بابت جو فاضل گنگوہی نے دیا ہے کہ ہندوستان کی زمینیں جو قدیم سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں اگر یہ نہ معلوم ہو کہ وہ ابتداء سے خراجی ہیں تو وہ عشری ہوں گی۔

جواب: یہ فتوی فاضل گنگوہی کا عقلاً و نقلاً صحیح نہیں۔ فتوی مولوی گنگوہی کا ان کے عشری ہونے پر ضرور باطل ہے اور یہ ان مولوی صاحب کی پہلی ہی خطا نہیں بلکہ ان کی عادت ہی ہے اس قسم کے مسائل میں جن کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی مگر گہری نظر سے در حقیقت وہ مولوی صاحب اہل نظر نہیں ہیں کیونکہ پہلا فتوی یہ دے دیا تھا کہ مرزا قادیانی مرد صالح ہے، وہ مرزا جس نے یہ دعوی کیا ہے کہ اس پر یہ حکم خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے (ہم نے اتارا اس کو قادیان کے قریب) اور پھر یہ فتوی دیا کہ مرزا اہل ہوا اور بدعت سے ہے باوجودیکہ مرزا حضرت عیسی کو یوسف نجار کا بیٹا کہتا ہے۔

پھر مولوی صاحب نے یہ فتوی دیا کہ

خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور یہ مخالف ہے قول اللہ تعالی (کہ اللہ سے زیادہ کوئی سچا نہیں) اور اس مفتی نے ہندوستان میں ظہر بعد جمعہ کو منع کر دیا باوجودیکہ ہندوستان میں شرط سلطان جو حنفیوں کے نزدیک ضروری ہے پائی نہیں جاتی اور نیز جواز شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا فتوی دیدیا باوجودیکہ پہلا فتوی اس پر تھا کہ

یہ کلمہ شرک ہے اور کفار کے واسطے جواز تعمیر مساجد کا فتوی دے دیا اور یہ بھی فتوی دے دیا کہ جو مکانات کعبہ شریف کے گرد بنائے گئے ہیں جن کو مصلی کہتے ہیں، وہ بدعت ہیں، اور بھی مسائل ہیں جن میں محققین کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ محمد لدھیانوی۔(فتاوی قادریہ ص91۔95)

مسجد پتودی کی سمت قبلہ کا مسئلہ تھا۔ اس میں نماز پڑھنے والوں کی نماز کے بارے میں جناب رشید گنگوہی نے ایک فتوی دیا۔

اس پر محمد لودھیانوی نے لکھا کہ فاضل گنگوہی کا فتوی غلط ہے۔ فرماتے ہیں:

...چونکہ فاضل گنگوہی ریاضی سے بے خبر ہے اندھا دھند فتوی دے کر وعید حدیث ضلوا فاضلوا میں مع متبعین داخل ہوئے:

و الفا ضل جنجو ھی لما کا ن عاریاً من ھذ العلم کما یتر شح من فتواہ فافتی بغیر علم حتی دخل فی وعید حدیث افتو بغیر علم ضلوا فأضلوا۔

(فتاوی قادریہ ص95۔98)

اس پر گنگوہی صاحب نے پھر جواز کا فتوی دیا تو جناب محمد لدھیانوی نے لکھا:

مولوی گنگوہی نے ایک فتوی اس قسم کا دیا کہ اگر چودہ ہاتھ یا زیادہ مائل مشرق کی جانب ہو جس سے سینہ مصلی کا قطب شمالی یا جنوبی کی طرف ہو جائے تب بھی نماز درست ہے، یہی مطلب عبارت درر وغیرہ کا ہے جس کو مفتی لدھیانہ نے نہیں سمجھا۔

پھر اس کی تردید میں راقم نے یہ تحریر کیا کہ

کل فقہاء کے نزدیک سینہ کا پھرنا قبلہ سے نماز کا مفسد ہے جیسا کہ در مختار وغیرہ میں موجود ہے مولوی گنگوہی نے غلطی کھا کر معانی صحیحہ کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دیا ہے۔ پس قول مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا سراسر غلط ہے۔ (محمد لدھیانوی)

(فتاوی قادریہ۔ ص111۔112)

☆☆☆